مَنْ لَمْ يَعْرِفِ الْوَقْفَ لَمْ يَعْرِفِ الْقُرْآنَ

نافع الوقف

حاشیہ

جامع الوقف

مصنف

امام القراء حضرت علامہ قاری محب الدین الٰہ آبادی ثم لکھنوی

محشی

قاری مختار احمد رضوی

استاذ دار العلوم مخدومیہ، جوگیشوری ممبئی

ناشر

دار العلوم مخدومیہ

اوشیورہ برج، جوگیشوری ویسٹ ممبئی ۱۰۲

من لم یعرف الوقف لم یعرف القرآن

نافع الوقف

حاشیہ

جامع الوقف

مصنف

امام القراء حضرت علامہ قاری محبّ الدین الہ آبادی ثم لکھنوی

محشی

قاری مختار احمد رضوی

استاذ دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری

ناشر

دار العلوم مخدومیہ اوشیورہ برج جوگیشوری (ویسٹ) ممبئی۔۱۰۲

نام کتاب:..........................نافع الوقف حاشیہ جامع الوقف

مصنف: ....امام القراء حضرت علامہ قاری محبّ الدین

محشی:..............................حافظ و قاری مختار احمد صاحب رضوی

تصحیح:..............................مولانا ذاکر علی مصباحی قادری

نظر ثانی:..............................قاری گلزار احمد رضوی

نظر ثانی:..............................مولانا قاری محمد طارق نظامی

ناشر:..............................دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری ممبئی

اشاعت : ....۱۴۳۵ھ۔۲۰۱۴ء

حسب فرمائش:..............................قاری محمد اسرار الحق کشن گنجوی

کمپوزنگ:..............................محمد ارشاد احمد مصباحی 9833844851

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو ان تمام اکابرین ملت، مجتہدین امت اور علماء اہل سنت کے نام کرتا ہوں جن کے قلم کی مقدس سیاہی شہدائے کرام کے مبارک لہو کا درجہ رکھتی ہے۔ بالخصوص سلطان الشہداء سیدنا سالار مسعود غازی ومحبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی وعطاء رسول ہند الولی حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہم، جن کی بے لوث خدمات سے مذہب اسلام سرسبز وشاداب ہے۔

انتہائی ادب واحترام کے ساتھ یہ حقیر نذرانہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کنز الکرامت امام عشق ومحبت مجدد اعظم الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ تقدس مآب میں بطور خراج عقیدت ومحبت پیش کرتا ہوں، جن کے عظیم احسانات سے پوری امت مسلمہ کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

پیر طریقت رہبر راہ شریعت جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری میاں دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ ومحبوب العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری ذاکر علی مصباحی وفخر النظماء معمار قوم وملت حضرت حافظ عبدالقادر صاحب ناظم اعلیٰ حنفیہ رضویہ قلابہ اور تمام کرم فرما اساتذہ کرام کی بارگاہوں میں اپنی اس کاوش کو ھدیۃً وتحفۃً پیش کرتا ہوں جن کے روحانی فیوض وبرکات نے حقیر فقیر کے نہاں خانۂ دل کو روشن وتابناک بنا دیا اور بڑے ہی فرحت وانبساط کے ساتھ اپنے والدین اور کرم فرما بھائیوں کی بارگاہوں میں بطور نذرانۂ محبت پیش کرتا ہوں جن کے بے شمار احسانات کی وجہ سے میں حصول علم دین کے قابل ہوا۔

اظہار شرف

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

یوں تو آج کل ہمارے نوجوان طلبہ میں علم تجوید سیکھنے کی رغبت زیادہ پائی جاتی ہے مگر علم وقف، علم رسم اور علم قرأت سے بہت ہی کم طلبہ دلچسپی رکھتے ہیں جبکہ مندرجہ چاروں علوم کے بغیر کوئی شخص مکمل قاری نہیں ہوسکتا۔

(۱) علم تجوید (۲) علم وقف (۳) علم قرأت (۴) علم رسم

حدیث شریف میں اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ لَمْ یَعْرِفِ الْوَقْفَ لَمْ یَعْرِفِ الْقُرْآنَ" یعنی جس نے وقف کو نہیں پہچانا اس نے قرآن کو نہیں پہچانا۔ ویسے تو قراء حضرات نے اردو عربی میں بہت ساری کتابیں تحریر فرمایا ہے جن میں سے ایک کتاب "جامع الوقف" ہے جس کو اردو زبان میں حضرت قاری مقری محبّ الدین صاحب تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب عام فہم زبان میں ہے۔ لیکن درمیان میں ایسے مسائل بھی ہیں جن کو سمجھنے میں کافی دقت ہوتی ہے۔ تو ضرورت تھی کہ اس کتاب کا حاشیہ آسان اردو زبان میں لکھا جائے۔ اس کام کے لئے محبّ گرامی قاری اسرارالحق کشن گنجوی نے بار بار فرمائش کیا کہ آپ اس کتاب کا حاشیہ لکھ ڈالیں۔ موصوف کے شدید اصرار پر میں نے حاشیہ لگانا شروع کیا اور چند دنوں کی شدید محنت کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ کتاب کا حاشیہ مکمل ہوگیا۔

تصحیح کے لئے میں نے مسودہ محبوب العلماء حضرت علامہ ومولانا حافظ وقاری ذاکر علی مصباحی قادری صدر المدرسین دارالعلوم مخدومیہ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ حضور والا نے اپنی بے حد مصروفیات کے باوجود میرے حوصلوں کی لاج رکھی اور اس کی تصحیح فرما کر کرم بالائے کرم فرمایا۔ نظر ثانی کے لئے تصحیح شدہ مسودہ اپنے مشفق اساتذہ کرام استاذ الحفاظ حضرت حافظ وقاری ظہیر الدین صاحب فخر القراء حضرت حافظ وقاری گلزار احمد صاحب

واستاذ القراء حضرت مولانا قاری عین الدین صاحب اساتذۂ دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ ممبئی، اور حضرت مولانا قاری محمد طارق صاحب نظامی وحضرت حافظ وقاری اظہار احمد قادری اساتذۂ دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری، کی بارگاہوں میں پیش کیا۔ ان حضرات نے نظر ثانی فرما کر میرے حوصلوں کو بام عروج تک پہونچایا۔

استاذ القراء حضرت قاری محمد یوسف صاحب عزیزی بانی جامعۃ القراء، کھدرا، لکھنؤ، معمار قوم وملت حضرت مولانا غلام محی الدین مصباحی برکاتی ناظم اعلیٰ دارالعلوم مخدومیہ اور حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا مصباحی صدر شعبۂ افتاء دارالعلوم مخدومیہ، نے اپنی قیمتی تقریظات سے ''نافع الوقف'' کی عزت واہمیت میں چار چاند لگا دیا۔

دعا ہے کہ مولا تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے وطفیل اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

آپ حضرات سے مخلصانہ اپیل ہے کہ اس کتاب ''نافع الوقف'' کا مطالعہ فرمائیں اور ساتھ ہی ساتھ میرے اور اس کی طباعت میں تعاون فرمانے والوں کے حق دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی سعادتوں اور نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

مختار احمد رضوی
مصطفیٰ آباد بہرائچ شریف یوپی

تقریظ جلیل

محبوب العلماء حضرت علامہ ومولانا ذاکر علی قادری مصباحی
صدر المدرسین دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ وحبیبہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

امابعد:۔ "نافع الوقف حاشیہ جامع الوقف" اس کتاب میں جامع الوقف کے حاشیہ میں جو پیچیدگی اور ابہام تھا اسی کو احسن طریقہ سے اچھے پیرائے میں سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔نہ اتنا طویل کہ بیان کے سمجھنے سے قاری اکتا جائے اور نہ ہی اتنا اختصار کہ وضاحت طلب رہے۔علم الوقف ایک مکمل علم ہے۔دیکھا یہ جاتا ہے کہ پڑھنے والے عوام تو عوام خواص اہل علم ودانش بھی جب قرآن پڑھتے ہیں تو اوقاف میں محل وقف کا لحاظ بالکل نہیں کرتے ۔اس قدر بے اعتنائی اور اغلاط سے مملو جیسے انھیں اس علم سے کچھ سروکار ہی نہیں ۔جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف قرآن حکیم میں خاص توجہ دلائی ہے "ورتل القرآن ترتیلا" کہ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر مخارج وصفات اور محل اوقاف کی رعایت کرتے ہوئے پڑھو۔پھر بھی بے توجہی!افسوس ہے!

انھیں چیزوں کا اہتمام کرتے ہوئے موصوف سلمہ ربہ مولانا قاری مختار احمد نے اپنی کتاب نافع الوقف میں علم وقف کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا ہے۔اور اپنا طرز تحریر و بیان دلپذیر اس قدر آسان کردیا ہے کہ کم علم متعلم ومعلم ہر ایک کے لئے یکساں معتمد علیہ و مفید ہے۔یہ محشی کی علمی وفکری کاوشوں کا نتیجہ ہے جس کی حلاوت وچاشنی آپ کو نافع الوقف کی صورت میں محسوس ہوگی۔میں نے اس کتاب کو از اول تا آخر دیکھا ہے۔اگر پھر بھی کچھ کمی نظر آئے تو آپ مصلح کی حیثیت سے اصلاح خیر فرمائیں یا مطلع کریں کیوں کہ ہر صاحب نظر سے بڑا بالغ نظر والا ہوتا ہے "وفوق کل ذی علم علیم"

دعا ہے کہ رب قدیر اس اچھوتے رسالے کو مقبول انام عام وخاص فرمائے آمین۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

طالب خیر دعا گو و دعا جو

ذاکر علی قادری مصباحی

خادم التدریس دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری

ضروری گذارش

زیر نظر کتاب ''جامع الوقف حاشیہ نافع الوقف'' کو تحریر کرنے میں ناچیز نے بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔پھر بھی سہو اور غلطی کا امکان ہے۔لہٰذا کسی صاحب نظر سے کوئی غلطی نظر آجائے تو بجائے تنقید کا نشانہ بنانے کے مطلع فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

مختار احمد رضوی:9892922206

تقریظ جلیل

فضیلۃ الشیخ مجودعصر محقق علم وفن حضرت مولانا قاری مقری محمد یوسف صاحب قبلہ عزیزی حفظہ اللہ

بانی وسربراہ اعلیٰ جامعۃ القراء کھدرا، لکھنؤ (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل القرآن بالتجوید وامرنا لہ بالترتیل

وصلی اللہ ربی علی الرضا   محمدن المھدی الی الناس مرسلا

وعترتہ ثم الصحابۃ ثم من   تلاھم علی الاحسان بالخیر وبلا

امابعد:۔ نافع الوقف شرح جامع الوقف تلمیذ رشید عزیزی گلزار احمد نوری شیخ التجوید دارالعلوم حاجی آدم صدیق مدنپورہ، نے برائے اصلاح وتقریظ پیش کیا۔ عدیم الفرصتی کے سبب شدہ شدہ کر کے ہی دیکھ سکا۔ کتاب نافع الوقف کے مؤلف نے ماشاءاللہ کافی جدو جہد کی اور آسان پیرائے میں طلبہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ فن وقف کی کتاب کی یوں بھی سخت ضرورت تھی کہ یہ علم وقف بھی کسی طرح علم تجوید سے کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ اسی لئے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے ترتیل کی تعریف کی ہے " **الترتیل ھو تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف** " اور امام وقف علامہ ابو حاتم سجستانی نے اس کی اہمیت وضرورت کے تعلق سے فرمایا "**من لم یعرف الوقف لم یعرف القرآن**" یعنی جس نے نہیں جانا علم وقف کو اس نے نہیں پہچانا قرآن کو۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علوم قرآن میں علم تجوید کی طرح علم وقف کو بھی اساسی حیثیت حاصل ہے، تبھی ترتیل کی تکمیل ہوگی۔ مگر بدقسمتی سے اس اہم علم شریف کے جاننے والے قراء بھی علم وقف سے خاصے دور نظر آتے ہیں۔

قابل مبارکباد ہیں مولوی قاری مختار احمد بہرائچی شیخ التجوید دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری، جنھوں نے محنت شاقہ کے بعد اپنے رشحات قلم سے قراء، علماء اور حفاظ کو اپنی آواز کو پہونچانے کی کوشش کی ہے۔ اللہ رب قدیر موصوف کی کوششوں کو قبول بارگاہ فرمائے اور کتاب نافع الوقف شرح جامع الوقف کو نافع اور قبولیت کا درجہ دے آمین۔

والحمد للہ رب العلمین بجاہ سید المرسلین

سگ بارگاہ حافظ ملت

الحقیر محمد یوسف عزیزی قادری

بانی جامعۃ القراء وصدر جمعیت قراء الھند

۱۳/ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعہ

۶/ ذی القعدہ ۱۴۳۴ھ

تقریظ

ماہر علوم فنون حضرت علامہ ومولانا مفتی اختر رضا مصباحی

صدر شعبۂ افتاء دار العلوم مخدومیہ جوگیشوری

نحمده ونصلی علی حبیبه الکریم وعلیٰ آله واصحابه اجمعین

اما بعد: قرآن حکیم کو ترتیل وتجوید کی رعایت کے ساتھ پڑھنا شرعا مطلوب ومقصود ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے "ورتل القرآن ترتیلا" اور فرماتا ہے "ورتلناه ترتیلا" قرآن حکیم کو غلط پڑھنے والا سخت گنہگار، مستحق غضب قہار اور لعنت قرآنی کا شکار ہے۔ حدیث شریف میں ہے "رب قاری للقرآن وهو یلعنه" یعنی بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جو غلط پڑھتے ہیں تو قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسوں کی نماز بھی نہیں ہوتی خواہ زندگی بھر پڑھتے رہیں۔

امام اہل سنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت محدث بریلوی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: "امام اگر صحیح القرأت نہیں ہے یعنی ایسی غلطی کرتا ہے جس سے معنی بدل جاتا ہے۔ مثلاً حرف میں تبدیلی جیسے: ع، ط، ص، ح، ظ، کی جگہ ا، ت، س، ہ، ز، پڑھتا ہے یا نستعین کو نستاعین یا انعمت کو انعمث پڑھتا ہے وعلیٰ ھذا القیاس تو ایسی صورت میں خود اس کی نماز باطل ہے تو جب اس کی نہ ہوئی تو اس کے پیچھے کسی کی نہ ہوگی جتنی پڑھی گئیں سب کا نئے سرے سے پڑھنا فرض ہے۔ اور اگر ایسی غلطی کرتا ہے کہ کسی وجہ سے حرف صحیح ادا نہیں کر سکتا تب بھی یہی حکم ہے کہ اس کے پیچھے صحیح پڑھنے والے کی نماز باطل ہوگی۔ اور اگر صحیح پڑھتا ہے مگر تجوید کے واجبی امور کو ادا نہیں کرتا کہ جن امور کا ترک گناہ ہے۔ جب بھی ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے (ملخصاً از فتاوی رضویہ ج ۳، ص ۱۹۱)

زیر نظر کتاب نافع الوقف شرح حاشیہ جامع الوقف جو حافظ وقاری مولوی مختار احمد صاحب شیخ التجوید دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری کے ذوق تالیف کا ایک خوب صورت شاہکار ہے جس میں تجوید وقرأت کے قواعد ومسائل کو نہایت آسان اور دلکش اسلوب میں سمجھانے کی سعی کی گئی ہے۔مولائے کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کتاب کی افادیت کو عام سے عام تر فرمائے اور مرتب کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور مزید تصنیف وتالیف کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔آمین

آمین یا رب العلمین بجاہ سیدالمرسلین

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والہ واصحابہ اجمعین.

دعا گو

محمد اختر رضا مصباحی

خادم التدریس والافتاء دارالعلوم مخدومیہ

وخطیب وامام مخدومیہ مسجد اوشیورہ برج، جوگیشوری، ممبئی۔۱۰۲

تقریظ

نازش علم وفن معمارقوم وملت حضرت علامہ ومولانا غلام محی الدین مصباحی

ناظم اعلیٰ دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری

تمام علوم دینیہ میں علم تجوید وقرأت کوایک خاص اہمیت اورمقام حاصل ہے۔تجوید کے ساتھ قرآن مقدس پڑھناواجب ہے،اس کےبغیر دین ناقص وادھورا ہے۔جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے"ورتل القرآن ترتیلا "اس آیت کریمہ سے ترتیل کے دوجز ثابت ہوئے ہیں:(۱) تجویدالحروف (۲)معرفۃ الوقوف ۔اوران دونوں اجزاسے ترتیل کی تکمیل ہوتی ہے۔

ان دونوں اجزاپر ہندوپاک میں بزبان اردو بہت سی کتابیں منظر عام پرآئیں۔اسی سلسلے کی ایک کڑی"نافع الوقف حاشیہ جامع الوقف"ہے۔جس کا میں نے خاص خاص مقام پر بنظرعمیق مطالعہ کیا۔محشی مولانا قاری مقری حافظ مختاراحمد صاحب زیدہ عمرہ نے تعلیق وتحشیہ کے لئے مغلق اورپیچیدہ مقامات کا انتخاب کیا جوحقیقتاً تشریح اوروضاحت طلب تھے۔اس اعتبارسے یہ حاشیہ منفردالمقام اورتحقیق وتدقیق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔جومعتبر کتابوں کے حوالوں سے مزین ہے۔جس کا مطالعہ ذہن ودماغ میں کافی اضافہ کرےگا۔ گویا موصوف نےتعلیق وتحشیہ لکھنے کاحق اداکردیا۔

دعا ہے کہ مولا تبارک وتعالیٰ مؤلف کی سعی جمیل کا اجر جزیل اورحاشیہ کومقبول خاص و عام فرمائے اورمزید دین کی خدمت کرنے کاجذبہ عطافرمائے۔آمین

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والثناء

غلام محی الدین مصباحی

تقریظ

استاذ القراء حضرت علامہ قاری عین الدین خان رضوی

صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ رضویہ قلابہ ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد: ۔عزیزی مولانا حافظ وقاری مختار احمد صاحب بہرائچی کی کتاب نافع الوقف شرح جامع الوقف کو متعدد مقامات سے دیکھا اور پڑھا الحمدللہ نافع اور مفید پایا ۔قاری صاحب نے جامع الوقف کی سلیس زبان میں تشریح فرما کر قرأت کے طلبہ کے لئے انمول تحفہ پیش فرمایا ہے ۔اللہ جل شانہ اس رسالہ کو نافع اور مقبول فرمائے اور مؤلف کو اجر عظیم اور علم وعمل وعمر میں برکتیں عطا فرمائے آمین۔

دعا گو

عین الدین خان رضوی

استاذ دار العلوم حنفیہ رضویہ قلابہ، ممبئی ۔۵

۱۲ر نومبر بروز سہ شنبہ

۷ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

تاثرات

استاذ الحفاظ حضرت حافظ و قاری ظہیر الدین نوری

استاذ دار العلوم حنفیہ رضویہ، قلابہ، ممبئی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . اما بعد

ناچیز راقم السطور نے زیر نظر کتاب نافع الوقف شرح جامع الوقف کا مختصر مطالعہ کیا۔الحمد للہ خوب سے خوب اور مفید پایا۔ بیشک عزیزم مولانا حافظ وقاری مختار احمد صاحب رضوی کی محنت وعرق ریزی اور اساتذۂ کرام کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ وقف کے تعلق سے کم سے کم وقت میں نہایت ہی آسان اور معلومات افزا عبارت لکھ کر طلبہ پر احسان کیا ہے۔ہم امید کرتے ہیں کہ موصوف مستقبل میں تجوید قرأت کی مزید کتابوں کی شرح لکھ کر آنے والی نسل پر کرم فرمائیں گے۔

میں دعا کرتا ہوں کہ مولا تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ وطفیل حضرت مولانا مختار احمد صاحب کو دین ودنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔آمین

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

احقر ظہیر الدین نوری

دار العلوم حنفیہ رضویہ، قلابہ بازار، ممبئی۔۵

۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ ۱۰/نومبر ۲۰۱۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[۱]

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین[۲]

بموجب[۳] ارشاد باری تعالیٰ "ورتل القرآن ترتیلا" قرآن مجید کو ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنا چاہئے ۔اس کے خلاف پڑھنے میں عقاب[۴] اور تہدید کا خوف ہے ۔حرفوں کو ان کے مخارج وصفات سے ادا کرنے اور وقف کے قواعد ومواقع پہچاننے کو ترتیل کہتے ہیں ۔ترتیل اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب قاری حرفوں کو صحیح مخارج وصفات سے ادا کرنے کے ساتھ وقف کرنے میں قواعد وقف اور مواقع کی بھی رعایت کرے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

(نافع الوقف حاشیہ جامع الوقف)

[۱] مصنف علیہ الرحمہ نے جامع الوقف کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سے کیوں شروع فرمایا؟ اس کی دو وجہیں ہیں ۔پہلی وجہ یہ ہے کہ قرآن عظیم کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب کو تسمیہ سے شروع فرمایا ۔اور دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی کتاب لکھنی شروع کی جائے تو سب سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" لکھنا چاہئے ۔حدیث شریف یہ ہے " اَوَّلَ مَا کَتَبَ الْقَلَمُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم" ایک اور حدیث شریف یہ ہے "کُلُّ اَمْرٍ ذِیْبَالٍ لَا یَبْدَأُ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَقْطَعُ" ہر نیک کام جو تسمیہ سے شروع نہ کیا جائے تو وہ کام پورا نہیں ہوتا بلکہ ادھورا رہ جاتا ہے ۔اس لئے صاحب جامع الوقف نے قرآن مجید کی اتباع اور حدیث رسول ﷺ کی اقتداء کرتے ہوئے بسم اللہ کو سب سے پہلے تحریر فرمایا ۔

[۲] مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تسمیہ کے بعد حمد وصلوٰۃ تحریر فرمایا حدیث شریف کی اتباع کرتے ہوئے اور حدیث یہ ہے " کُلُّ اَمْرٍ ذِیْبَالٍ لَا یُبْدَأُ بِحَمْدِاللّٰہِ وَالصَّلٰوۃِ عَلَیَّ فَھُوَ اَقْطَعُ " یعنی ہر نیک کام جو حمد باری تعالیٰ اور درود شریف سے شروع نہ کیا جائے تو وہ کام پورا نہیں ہوتا بلکہ ناقص رہ جاتا ہے ۔اب چونکہ حدیث تسمیہ وحمد وصلوٰۃ تینوں کے لئے ابتدا ثابت ہے اس وجہ سے اس کی تطبیق علماء کرام اس طور پر دیتے ہیں کہ روایت تسمیہ میں ابتدا حقیقی پر اور حمد وصلوٰۃ میں ابتدا اضافی یا عرفی مراد ہے یا دونوں جگہ ابتداء عرفی ہے ۔دونوں روایتوں میں بظاہر جو تعارض ہو رہا تھا وہ دفع ہو گیا ۔(بقیہ صفحہ نمبر ۱۴ پر)

ترتیل ہی کا دوسرا جز علم وقف[1] بھی ہے۔اہمیت کے لحاظ سے علم وقف کسی طرح علم تجوید سے کم نہیں جس آیت کریمہ سے تجوید کا وجوب ہوتا ہے اسی آیت سے علم وقف کا بھی وجوب ثابت ہے۔بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر علم تجوید سے قرآن مجید کی صحت ہوتی ہے تو علم وقف سے قرآن کریم کی معرفت[2] حاصل ہوتی ہے۔موجودہ زمانے میں ایسے لوگ[3] بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ بہت عمدہ پڑھتے ہیں لیکن جس وقت اوقاف میں غلطی کرتے ہیں تو سن کر بڑی کلفت ہوتی ہے۔

(صفحہ ۱۳ کا بقیہ) ابتداء حقیقی جو سب سے پہلے ہو۔ابتداء اضافی جو بعض سے مقدم ہو اور بعض سے موخر ہو۔ اور ابتداء عرفی جو مقصود سے مقدم ہو۔(جامع القراءت ص ۴)

[2] بموجب بمعنی موافق

[3] عِقاب بکسر العین یعنی عین کے کسرے کے ساتھ بمعنی عذاب دینا،سزا دینا،اور تہدید بمعنی سزا ملنا۔یعنی عذاب اور سزا ملنے کا خوف ہے۔

[1] علم وقف:۔ایسے علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ محل وقف (وقف کرنے کی جگہ) کیفیت وقف (یعنی کس طرح وقف کیا جاتا ہے) کے قواعد سمجھ سکیں۔

[2] یعنی قرآن کریم کی پہچان حاصل ہوتی ہے کہ کس طرح کہاں پر وقف کرنا چاہئے اور کہاں پر رسم الخط کے مطابق وقف کریں گے اور کہاں رسم الخط کے خلاف وقف کریں گے اور کس جگہ وقف کرنے سے وقف قبیح اور کس جگہ کرنے سے وقف تام ہوگا۔یہ سب چیزیں وقف کی معرفت سے حاصل ہوتی ہیں۔

[3] یعنی بہت سارے لوگ ہیں جو قرآن مجید کو بہت عمدہ پڑھتے ہیں لیکن جب وقف کرتے ہیں تو سن کر بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ اَلۡحَمۡدُلِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ. اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مٰلِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ بحالت وصل وقف کا حکم دینا یعنی حرف متحرک کو ساکن نہ کرنا اسی طرح تاء مدورہ کو بحالت وقف 'ھا' سے نہ بدلنا،اسی طرح وقف مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے وقف کرنا جیسے "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ" میں 'نَصۡرَ' پر یا فعل پر بلا فاعل کے وقف کرنا جیسے "خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ" میں لفظ 'خَتَمَ' پر وقف کرنا۔اس طریقے سے وقف کرتے ہیں جس کو سن کر بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

ہر قاری کو علم تجوید[1]، علم قرأت[2]، علم رسم[3] کے ساتھ علم وقف کا جاننا بھی ضروری ہے۔ حتی کہ اسی پر قاری کی تکمیل موقوف ہے۔ اس سے علم وقف کی اہمیت ظاہر ہے۔ لہٰذا علم وقف میں ایک ایسی کتاب لکھنے کی ضرورت معلوم ہوئی جس میں احکام وقف کے ساتھ سکتہ، سکوت اور قطع کے احکام بھی معلوم ہوسکیں۔ یہ کتاب ان تینوں احکام کی حامل ہے۔ اس وجہ سے اس کتاب کا نام جامع الوقف ہے۔

اللہ تعالیٰ علم تجوید کے ساتھ طلباءِ فن کو علم وقف کے حصول کی بھی توفیق عطا فرمائے اور اس کتاب کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

---

[1] علم تجوید ایسے قواعد مخارج وصفات لازمہ وعارضہ کے جاننے کو کہتے جن سے حروف قرآنیہ کی صحت ہوتی ہو۔ (جمال القرأت حاشیہ جامع القرأت، ص۴)

[2] قرأت کے لغوی معنی مطلقاً پڑھنے کے ہیں اور اصطلاح قراء میں قرأت کلام اللہ کو قواعد ترتیل سے کسی روایت کے مطابق پڑھنا یعنی قراء سبعہ میں سے کسی ایک کی طرف منسوب ہو۔ اسے قرأت کہتے ہیں۔ (برکات الترتیل، ص۵۲) اور عرف خاص میں قرأت مستقلاً ایک علم ہے جس سے کلام اللہ کے الفاظ کا اختلاف معلوم ہوتا ہے۔

[3] علم رسم ایسے علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ قرآن عظیم کی رسم الخط کا حال معلوم ہوسکے۔ (مزید معلومات کے لئے معرفۃ الرسوم کا مطالعہ کریں)

پہلا سبق

اصطلاحات وقف اور اس کی تقسیم

وقف کے لغوی معنی ٹھہرنے اور رکنے کے ہیں۔ اصطلاح قراء کے اعتبار سے پڑھنے میں یہ چار طرح پر واقع ہوتا ہے۔

(۱) وقف (۲) سکتہ (۳) سکوت (۴) قطع

اس کتاب میں انہیں چاروں کا بیان مقصود ہے۔ ہر ایک کی تعریف اس کے موقع پر بیان کی جاوے گی۔

علم وقف میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ (۱) کیفیت وقف (۲) محل وقف۔

کیفیت وقف: ۔جس طرح وقف ہوتا ہے اس کو کیفیت وقف کہتے ہیں۔

محل وقف: ۔جس جگہ وقف ہوسکتا ہے اس کو محل وقف کہتے ہیں۔

کیفیت وقف کی چار صورتیں ہیں

(۱) کیفیت وقف بلحاظ ادا (۲) کیفیت وقف بلحاظ اصل (۳) کیفیت وقف بلحاظ رسم (۴) کیفیت وقف بلحاظ وصل۔

کیفیت وقف بلحاظ ادا کی چار صورتیں ہیں

(۱) وقف بالاسکان (۲) وقف بالاشمام (۳) وقف بالروم (۴) وقف بالابدال

کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں ہیں

(۱) وقف بالسکون (۲) وقف بالتشدید (۳) وقف بالاظہار (۴) وقف بالاثبات

محل وقف کی چار صورتیں ہیں

(۱) وقف تام (۲) وقف کافی (۳) وقف حسن (۴) وقف قبیح

وقف واقع ہونے کی چار صورتیں ہیں

(۱)وقف اختیاری (۲)وقف اضطراری (۳)وقف اختباری (۴)وقف انتظاری

وقف اختیاری[۱]۔ جو قصداً وقف کیا جائے اس کو وقف اختیاری کہتے ہیں۔

وقف اضطراری[۲]۔ جو وقف بلاقصد واقع ہو اس کو وقف اضطراری کہتے ہیں۔

وقف اختباری[۳]۔ جو وقف کسی کلمہ پر کیفیت یا محل وقف سمجھنے کی غرض سے کیا جائے اس کو وقف اختباری کہتے ہیں۔

وقف انتظاری[۴]۔ جو وقف اختلاف قرأۃ پورا کرنے کی غرض سے کیا جائے اس کو وقف انتظاری کہتے ہیں۔ یہ وقف اختلاف قرأۃ ادا کرنے پر موقوف ہے۔

پہلا سبق

[۱] یعنی اپنے اختیار سے وقف کرنا مثلاً آرام کی غرض سے وقف کیا جائے۔ اگر کوئی قصداً وقف قبیح پر وقف کرے گا تو یہ وقف اختیاری ہی ہوگا۔ لیکن وقف قبیح پر وقف اختیاری جائز نہیں مثلاً اپنے اختیار سے مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے وقف کرنا یا فعل پر بلا فاعل کے وقف کرنا یہ سب وقف قبیح ہیں۔ لہٰذا وقف اختیاری جائز نہیں۔

[۲] اضطراری اضطرار سے بنا ہے اور اضطرار باب افتعال کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں مجبور کرنا یعنی جو وقف بلاقصد واقع ہو مثلاً کھانسی آنے کی وجہ سے خود بخود وقف ہو جائے یا سانس کی تنگی کی وجہ سے وقف کیا جائے تو ایسے وقف کو وقف اضطراری کہتے ہیں۔

[۳] اختباری اختبار سے ہے یہ بھی باب افتعال کا ہی مصدر ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں آزمانا یعنی جو وقف کسی کلمہ پر کیفیت وقف یعنی وقف اس کلمہ پر کس طرح ہوگا، رسم کے مطابق وقف ہوگا یا رسم کے خلاف وقف ہوگا مثلاً ''أنا'' ضمیر متکلم یا ''السبیلا'' پر وقف کرکے آزمانا کہ وقف رسم کے مطابق ہو رہا ہے یا رسم کے خلاف، تو ایسے وقف کو وقف اختباری کہتے ہیں۔ یا محل وقف سمجھنے کی غرض سے وقف کیا جائے مثلاً ''الحمد لله رب العلمين'' میں لفظ ''الحمد لله'' پر وقف کرکے آزمانا کہ وقف جس پر کر رہا ہے کیا وہ وقف حسن ہو رہا ہے یا وقف تام ہو رہا ہے۔ مثلاً ''محمد رسول الله'' میں لفظ ''رسول'' پر وقف کرکے آزمائے کہ وقف قبیح ہو رہا ہے یا وقف کافی، تو ایسے وقف کو وقف اختباری کہتے ہیں۔

دوسرا سبق

وقف بلحاظ ادا اور اس کی تعریف

وقف بالاسکان:۔حرف موقوف علیہ[1] متحرک کو ساکن پڑھنا اس کو وقف بالاسکان کہتے ہیں۔

وقف[2] بالاشمام:۔حرف موقوف علیہ مضموم کو ساکن کرتے ہوئے ضمہ کا ہونٹوں سے اشارہ کرنا اس کو وقف بالاشمام کہتے ہیں۔

وقف[3] بالروم:۔حرف موقوف علیہ کی حرکت کو اس قدر ضعیف اور ہلکا پڑھنا کہ صرف قریب والا سن کر اس کی حرکت معلوم کرسکے اس کو وقف بالروم کہتے ہیں۔

وقف[4] بالابدال:۔حرف موقوف علیہ کے دو زبرً کو الف سے اور تائے مدورہ (ۃ) کو ہائے ساکنہ سے بدل کر پڑھنا اس کو وقف بالابدال کہتے ہیں۔

وقف بالاسکان:۔زبرَ، زیرِ، پیشُ تینوں حرکتوں میں ہوتا ہے۔چاہے حرکت اصلی ہو یا عارضی۔

وقف بالاشمام:۔صرف حرف موقوف علیہ مضموم میں ہوتا ہے۔

وقف بالروم:۔حرف موقوف علیہ مضموم اور مکسور میں ہوتا ہے۔

وقف بالابدال:۔زبر والی تنوین اور تائے مدورہ میں ہوتا ہے۔

تنبیہ:۔سکون اصلی[5]، حرکت عارضی[6]، میم جمع[7]، ہائے تانیث[8]، ہائے ساکنہ[9]، میں روم اور اشمام دونوں جائز ہے۔

---

[1] انتظاری جیسے وَالضُّحٰی امام عاصم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے پڑھا اور وقف کیا۔پھر اسے آپ کو پڑھنا پڑے گا اور وقف کرنا پڑے گا۔اب پڑھیں گے "وَالضُّحٰی" یہ قرأت امام حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے۔امام کسائی کے نزدیک دو قرأتیں ہوگئیں۔اب پھر سے پڑھیں گے "وَالضُّحَیٰ" اور وقف کریں۔یہ قرأت ورش، ابوعمرو بصری کی ہے۔تین قرأتیں ہوگئیں لہٰذا ایسے وقف کو وقف انتظاری کہیں گے۔

دوسرا سبق

۱؎ یعنی جس پر وقف کیا جائے، یعنی پر رکا جائے ٹھہرا جائے۔

۲؎ اشمام باب افعال کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنی بو دینا یا اشارہ کرنا ہے۔ اور اصطلاحی معنٰی میں وقف بالاشمام ایسے وقف کو کہتے ہیں جس میں وقف کرتے ہوئے ہونٹوں سے ضمہ (پیش) کی طرف اشارہ کیا جائے اور اشمام صرف پیش میں ہی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ پیش انضمام شفتین کو چاہتا ہے۔ اس لئے بحالت وقف ہونٹوں سے ضمہ (پیش) کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۳؎ روم کہتے ہیں حرکت کے تین حصے کرکے ایک حصہ ادا کرنا اور دو حصے نہ ادا کرنا۔ اور روم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی اندھا آدمی ہو اور اس کے سامنے روم کی حرکت ادا کی جائے تو سن کر سمجھ جائے کہ یہاں حرکت ہے اور روم صرف موقوف علیہ مضموم اور موقوف علیہ مکسور میں ہوتا ہے۔ فتحہ میں جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ اخف الحرکات ہے اور اشمام فتحہ میں اس وجہ سے جائز نہیں کہ اشمام میں انضمام شفتین ہوتا ہے اور انضمام سے ضمہ کی طرف اشارہ ہوگا۔ (سراج القرأت، ص ۱۹)

۴؎ ابدال بھی باب افعال کا مصدر ہے، جس کے لغوی معنی بدلنا اور اصطلاحی معنی وقف بالابدال ایسے وقف کو کہتے جس میں وقف کرتے وقت دو زبر کی تنوین کو الف سے بدل دینا جیسے جَمِیْعًا سے جَمِیْعَا۔ اور تاء مدورہ کو "ہا ساکنہ" سے بدل کر پڑھتے ہیں۔ جس کو عرف میں گول تا بھی کہتے ہیں جیسے خَامِیَۃٌ سے خَامِیَہْ، جَارِیَۃٌ سے جَارِیَہْ وغیرہ۔

فائدہ۔ بحالت وقف تاء مدورہ کو ہاء ساکنہ سے اور منون منصوب یعنی دو زبر کی تنوین کو الف سے بدلتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقف رسم الخط کے تابع ہے یعنی جیسی لکھاوٹ ہوگی ویسا ہی وقف ہوگا۔ (ضیاء القرأت مع ایضاح القرأت، ص ۲۶)

۵؎ روم اور اشمام کے لئے مکسور و مضموم کا ہونا شرط کیوں ہے؟ اس لئے کہ روم و اشمام اظہار حرکت کی غرض سے کیا جاتا ہے، بحالت سکون اس کی ضرورت نہیں۔

۶؎ حرکت عارضی جیسے وَاَنْذِرِ النَّاسَ، وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ میں لفظ "اَنْذِرْ" اور لفظ "یُشَاقِقْ" یہ دونوں اصل میں "تُنْذِرُ النَّاسَ" اور "وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ" تھا۔ اَلنَّاسَ اور اَلرَّسُوْلَ میں ہمزہ وصلی ہونے کی وجہ سے ہمزہ گر گیا۔ اب "لِاَنَّ السَّاکِنَ اِذَا حُرِّکَ حُرِّکَ بِالْکَسْرِ" کے قاعدے کے تحت لفظ "اَنْذِرْ" کے "را" پر اور لفظ "یُشَاقِقْ" کے "قاف" پر کسرہ عارضی دے دیا گیا۔

تیسرا سبق

وقف بلحاظ اصل اور اس کی تعریف

وقف بالسکون: ۔حرف موقوف علیہ ساکن ہو تو اس کو وقف بالسکون کہیں گے جیسے فَلاَ تَنْهَرْ، فَلاَ تَقْهَرْ وغیرہ۔

وقف بالتشدید: ۔حرف موقوف علیہ مشدد ہو تو اس کو وقف بالتشدید کہیں گے جیسے مُسْتَمِرٌّ، مُسْتَقِرٌّ وغیرہ۔

وقف بالاظہار: ۔حرف موقوف علیہ مدغم[۱] یا حرف[۲] مخفی واقع ہو تو اس کو وقف بالاظہار کہیں گے جیسے یَلْهَثْ ذٰلِکَ وغیرہ۔

وقف بالاثبات: ۔حرف موقوف علیہ حرف مد[۳] واقع ہو تو اس کو وقف بالاثبات کہیں گے جیسے وَلاَ تَسْقِی الْحَرْثَ وغیرہ۔

وقف بالسکون: ۔یہ محض حرف ساکن پر ہوتا ہے۔اس کو وقف بالاسکان کہنا جائز نہیں۔ وقف بالسکون میں کوئی حرکت نہ ظاہر ہونا چاہئے ورنہ لحن جلی ہو جاوے گی۔

(صفحہ نمبر ۱۹ کا بقیہ) [۷] میم جمع یعنی جمع مذکر حاضر اور جمع مذکر غائب کی میم جیسے 'عَلَیْکُمْ' اور 'عَلَیْهِمْ' وغیرہ۔ کیوں کہ یہ میم ساکن ہوتی ہے لیکن قاعدہ اس کا یہ ہے کہ میم جمع کے بعد جب حرف ساکن آجائے تو میم جمع کو ضمہ یعنی پیش دیا جائے گا جیسے عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ ، عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وغیرہ۔

[۸] ھاء تا نیث میں روم و اشمام جائز نہیں کیوں کہ بحالت وقف تا ،ھا سے بدل جاتی ہے۔اور بدلنا عارض ہے اور اس پر سکون لازم ہے۔اس لئے تو ھا میں روم و اشمام دونوں جائز نہیں جیسے اَلصَّلٰوةُ اور رَحْمَةٌ وغیرہ۔ (جمال القرأت حاشیہ جامع القرأت، ص ۵۱) اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ کسی عارضی شی کے پائے جانے کی وجہ سے کسی چیز کا اصل حق ختم نہیں ہوتا ہے۔ھاء تا نیث کے مقابل میں تاء تا نیث میں روم و اشمام جائز ہے کیوں کہ وہ اس وقت اپنی اصلیت پر مبنی ہے جیسے اِذَا جَآئَکَ الْمُؤْمِنٰتُ وغیرہ۔

[۹] ھاء ساکنہ میں بھی روم و اشمام جائز نہیں کیوں کہ یہ پہلے ہی سے ساکن ہے۔

وقف بالتشدید:۔یہ صرف حرف مشدد پر ہوتا ہے۔اس وقت حرف مشدد کو ساکن کرتے ہوئے تشدید کے پہلے سکون میں ایک حرف کی تاخیر مزید ادا کرنی ہوگی تا کہ تشدید تام ادا ہو۔

وقف بالاظہار:۔یہ حرف موقوف علیہ مدغم اور حرف مخفی پر بھی ہوتا ہے۔لہٰذا بحالت وقف اخفا یا ادغام نہ ہونا چاہئے۔

وقف بالاثبات:۔یہ حرف مد کے ساتھ مخصوص ہے اس میں حرف مد محذوفہ کا ثابت رکھنا ضروری ہے خواہ حذف بوجہ وصل ہو جیسے لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ وغیرہ۔یا حذف بوجہ اجتماع ساکنین ہو جیسے قَالَا الْحَمْدُ وغیرہ،یا حذف بوجہ رسم ہو جیسے يَسْتَحْيِ وغیرہ۔

تیسرا سبق

۱؎ یعنی ایسے حرف پر وقف کیا گیا ہے جو مدغم یعنی جس پر ادغام کیا گیا ہے تو بحالت وقف ادغام نہ ہوگا بلکہ اظہار ہوگا۔ایسے وقف کو وقف بالاظہار کہیں گے جیسے مِنْ رَّبِّكُمْ میں "مِنْ" پر وقف کیا گیا تو بجائے ادغام کے نون ساکن کا اظہار ہو جائے گا۔

۲؎ یعنی ایسے حرف پر وقف کیا گیا جو مخفی یعنی جس پر اخفا کیا گیا ہے تو خواہ اخفاء تنوین یا نون ساکن کا ہو یا میم ساکن کا تو ایسے وقف کو بھی وقف بالاظہار کہیں گے۔جیسے مِنْ قَبْلُ میں لفظ "مِنْ" پر وقف کیا گیا تو بجائے اخفا کے نون ساکن کا اظہار ہو جائے گا۔اور ایسے ہی "فَهُمْ بِهٖ" میں لفظ "فَهُمْ" پر وقف کیا گیا تو بجائے اخفا کے میم ساکن کا اظہار ہو جائے گا۔

۳؎ یعنی ایسے حرف موقوف پر وقف کیا گیا ہے جو حرف مد واقع ہو تو بحالت وقف حرف مد کا ثابت رکھنا ضروری ہے خواہ وہ حذف وصل کی وجہ سے ہو جیسے لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ یا پھر اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف ہو جیسے قَالُوا الْحَمْدُ یا رسم کی وجہ سے حذف ہو جیسے يَسْتَحْيِ وغیرہ تو بحالت وقف حرف مد کا ثابت رکھنا ضروری ہے اس وجہ سے اس کو وقف بالاثبات کہتے ہیں۔جیسے بحالت وصل "لٰكِنْ هُوَ اللّٰهُ" اور "قَالُ الْحَمْدُ" ہوتا ہے لیکن بحالت وقف لفظ "لٰكِنْ" پر وقف کرنے سے لٰكِنَّا اور قَالُوْا پر وقف کرنے سے قَالُوْ ہو جائے گا۔(بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

چوتھا سبق

وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل اور ان کی صورتیں

کیفیت وقف بلحاظ رسم کی دو صورتیں ہیں

(۱) جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے وہ وصلاً ورسماً متحد ہو[۱] مثل كِتَابِيَهْ ۔ اس کو وقف موافق رسم کہتے ہیں۔

(۲) جس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے صرف رسماً موافق ہو[۲] مثل اَلظُّنُوْنَا وغیرہ ۔ اس کو بھی وقف موافق رسم کہتے ہیں۔

تنبیہ: ۔ وقف میں اگر چہ متابعت رسم ضروری ہے لیکن جن کلمات کے الف قرآۃً ثابت ہی نہیں ان پر وقف موافق رسم نہ کرنا چاہئے مثل قَوَارِيْرَا[۳] ثانی سورہ دہر کے اور اَنْ تَبُوْءَ وغیرہ۔

(صفحہ ۲۱ کا بقیہ)[۴] کیوں کہ وقف بالاسکان متحرک حرفوں میں ہوتا ہے اور روقف بالسکون ساکن حرفوں میں ہوتا ہے اور وقف بالسکون کے لئے حرف ساکن کا ہونا شرط ہے اور روقف بالاسکان کے لئے حرف متحرک کا ہونا شرط ہے ۔ (کذا فی کتب الفن)

چوتھا سبق

[۱] کیوں کہ "كِتَابِيَهْ مَالِيَهْ يَتَسَنَّهْ" وغیرہ کلمات جس طرح لکھے ہوئے ہیں وصل اور روقف میں اسی طرح پڑھے جاتے ہیں اس وجہ سے اس کو وقف موافق رسم اور موافق وصل کہتے ہیں۔

[۲] یعنی ایسے کلمہ پر وقف کیا گیا جو صرف رسماً موافق ہو اور وصل کے خلاف ہو تو ایسے وقف کو وقف موافق رسم اور مخالف وصل کہتے ہیں کیوں کہ بحالت وصل "اَلظُّنُوْنَ" اور بحالت وقف "اَلظُّنُوْنَا" پڑھا جاتا ہے ۔ اسی وجہ سے اس کو وقف مخالف وصل کہتے ہیں۔

[۳] یعنی جن کلمات کے الف قرآۃً یعنی الف کا پڑھنا ثابت نہیں ان پر رسم کے موافق وقف (بقیہ صفحہ ۴۳ پر)

کیفیت وقف بلحاظ وصل کی بھی دو صورتیں ہیں

(۱) جو الف خلاف قراءۃ مرسوم ہو مثل ثمودا، اور لیربوا وغیرہ، وہ وصل کی طرح وقف میں بھی محذوف ہوگا اور آخر کا حرف ساکن پڑھا جائے گا اس کو وقف موافق وصل کہتے ہیں۔

(۲) جو حرف مد مقرور سماً محذوف ہو مثل لتسوء وغیرہ، وہ وقف میں بھی پڑھا جائے گا۔ اس کو بھی وقف موافق وصل کہتے ہیں۔

ان دونوں صورتوں میں وقف موافق رسم جائز نہیں ہے۔

فائدہ:۔ لفظ "سَلَاسِلَا" پر حذف الف مع سکون لام "سَلَاسِلْ" اور "فَمَا آتَانِ" پر یائے ساکنہ کے ساتھ "فَمَا آتَانِیْ" وقف موافق وصل بھی جائز ہے۔

سوالات

(۱) ترتیل[۲] کسے کہتے ہیں اور کس وقت مکمل ہوئی؟

(۲) علم[۳] وقف کا وجوب کہاں سے ثابت ہے؟

(۳) علم[۴] وقف میں کن دو باتوں کا جاننا ضروری ہے؟

(۴) کیفیت[۵] وقف میں بلحاظ اصل کی صورتیں بیان کرو؟

(۵) وقف[۶] بالاسکان اور روقف بالسکون میں کیا فرق ہے؟

(صفحہ ۴۲ کا بقیہ) نہیں کرنا چاہئے بلکہ رسم کے خلاف وقف کرنا چاہئے۔ ایسے وقف کو موافق وصل اور مخالف رسم کہتے ہیں جیسے قَوَارِيْرَا ثانی سورۂ دہر کا اور اَنْ تَبُوْءَ وغیرہ۔

فائدہ:۔ عاصم، حمزہ، کسائی، نافع اور ابوعمرو یہ پانچ قراء وقف میں رسم الخط کا اعتبار کرتے ہیں یعنی جس طرح حرف لکھا ہے حذف کے ساتھ یا اثبات کے ساتھ اسی طرح اس پر وقف کرتے ہیں۔ اور ابن کثیر، ابن عامر سے رسم الخط کی اتباع پر کوئی روایت تو نہیں ہے لیکن اساتذہ شیوخ نے رسم الخط کی اتباع کو ان کے لئے بھی مختار و پسندیدہ فرمایا ہے۔ (تیسیر الطیع فی اجراء السبع ص ۴۴)

پانچواں سبق

وقف کی تعریف اور اس کے احکام

وقف:۔ آخر کلمہ پر سانس اور آواز توڑ کر ٹھہرنا اور سانس لینا اس کو وقف کہتے ہیں۔

(۱) حرف موقوف علیہ متحرک کو ساکن کرتے ہوئے سانس توڑ دینا ضروری ہے۔

(۲) وقف کرنے کے بعد دوسری سانس سے ابتدا کرنا ضروری ہے ورنہ وقف[۱] نہ ہوگا۔

(۳) وقف ہمیشہ آخری کلمہ پر کرنا چاہئے درمیان[۲] کلمہ پر نہ ٹھہرنا چاہئے۔

(۴) دو کلمہ ملا ہوا لکھا ہو۔ مثل بِئْسَمَا[۳] وغیرہ تو ہمیشہ دوسرے کلمہ کے آخر پر ٹھہرنا چاہئے۔

(صفحہ۲۳ کا حاشیہ)

[۱] یعنی جو حرف مد پڑھا جاتا ہے لیکن رسماً محذوف ہو تماثل فی الرسم یا کسی اور وجہ سے تو وہ وقف میں بھی پڑھا جائے گا۔ جیسے "یَلْتَسْتَوٗ" وغیرہ اس کو بھی وقف موافق وصل ومخالف رسم کہتے ہیں۔

[۲] حرفوں کو ان کے مخارج وصفات سے ادا کرنے اور نیز وقف کے قواعد ومواقع پہچاننے کو ترتیل کہتے ہیں۔ اور ترتیل اس وقت مکمل ہوتی ہے جب قاری حرفوں کو صحیح مخارج وصفات کے ساتھ ادا کرنے میں قواعد وقف اور مواقع کی رعایت کرے۔

[۳] جس آیت کریمہ سے علم تجوید کا وجوب ہوتا ہے اسی آیت سے علم وقف کا بھی وجوب ثابت ہوتا ہے۔

[۴] علم وقف میں دونوں کا جاننا ضروری ہے (۱) کیفیت وقف (۲) محل وقف

[۵] کیفیت وقف بلحاظ اصل کی چار صورتیں ہیں:

(۱) وقف بالسکون (۲) وقف بالتشدید (۳) وقف بالاظہار (۴) وقف بالاثبات

[۶] وقف بالاسکان اور وقف بالسکون میں دو طرح کا فرق ہے:

(۱) وقف بالاسکان متحرک حرفوں میں ہوتا ہے اور وقف بالسکون ساکن حرفوں میں ہوتا ہے۔

(۲) وقف بالاسکان کے لئے حرف کا متحرک ہونا ضروری ہے اور وقف بالسکون کے لئے حرف کا ساکن ہونا ضروری ہے۔

(۵) حرف موقوف علیہ متحرک پر وقف کرتے ہوئے اس کو ساکن کرنا ضروری ہے۔ حرکت یا تنوین پر ٹھہرنا[۴] جائز نہیں۔

(۶) حرف موقوف علیہ متحرک میں روم واشمام بھی جائز ہے بشرطیکہ حرکت اصلی[۵] ہو۔

تنبیہ:۔ روم کی حرکت میں تنوین نہ پڑھی جائے گی بلکہ اس کی حرکت میں روم ہوگا۔

پانچواں سبق

[۱] کیوں کہ وقف کرنے کے بعد دوسری سانس سے ابتدا نہ کی جائے بلکہ اسی سانس سے ابتدا کی جائے تو یہ وقف نہ ہوگا بلکہ سکتہ ہو جائے گا۔ اسی لئے وقف کرنے کے بعد دوسری سانس سے ابتدا کرنا ضروری ہے۔

[۲] مثلاً خَتَمَ اللّٰهُ میں "خَتَ" پر یا اِسْرَآئِیْلُ میں "اِسْرَا" پر وقف نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ خَتَمَ اور اِسْرَآئِیْلُ ایک ہی کلمہ ہے۔

[۳] کیوں کہ بِئْسَ اور مَا الگ الگ کلمہ ہے۔ بِئْسَ اور مَا رسم الخط میں ملا کر لکھا گیا "بِئْسَمَا" اس لئے ہمیشہ لفظ "مَا" پر وقف کرنا چاہئے۔

[۴] یعنی جس حرف پر وقف کیا جائے اگر وہ متحرک ہو تو اس کو ساکن کرنا ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ حرکت یا تنوین پر وقف کر دیا جائے۔ اگر وہ متحرک ہو تو اس کو ساکن کر دیا جائے مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کو بحالت وقف اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پڑھ دیا جائے، یا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ کو بحالت وقف وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ پڑھ دیا جائے بلکہ بحالت وقف اَلْعٰلَمِیْنْ اور عَلِیْمْ پڑھیں۔

[۵] یعنی حرف موقوف علیہ مکسور میں روم اور حرف موقوف علیہ مضموم میں روم واشمام دونوں جائز ہے بشرطیکہ حرکت اصلی ہو کیوں کہ حرکت عارضی ہو تو روم واشمام جائز نہیں۔

[۶] کیوں کہ تنوین دو زبر۔ دو زیر۔ دو پیش کو کہتے ہیں اور تنوین ادا میں حقیقتاً ایک نون ساکن ہے جو رسم الخط میں لکھا تو نہیں جاتا ہے لیکن پڑھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بحالت وقف رسم الخط کی اتباع کرتے ہوئے تنوین کو حذف کیا جاتا ہے۔ جب بحالت وقف تنوین حذف ہوگی تو تنوین میں روم واشمام کا نہ ہونا ظاہر ہے بلکہ بحالت وقف اس کی حرکت میں روم واشمام ہوگا۔ کیوں کہ روم واشمام صفات عارضہ ہے جو موقوف علی الوقف ہے۔

(۷) ہائے ضمیر میں روم واشمام جائز ہے لیکن بحالت روم[۱] صلہ نہ ہوگا جیسے رَسُوْلُهٗ وغیرہ۔

(۸) تاء تانیث میں بھی روم واشمام جائز ہے مثل اِذَا جَآئَکَ الْمُؤْمِنَاتُ[۲] وغیرہ۔

(۹) حرف موقوف علیہ ہاء تانیث[۳] واقع ہو مثل نِـعْـمَةٌ وغیرہ تو اس صورت میں وقف بالابدال ہوگا۔

(۱۰) حرف موقوف علیہ منصوب[۴] منون واقع ہو مثل جُفَاءً وغیرہ تو اس صورت میں بھی وقف بالابدال ہوگا۔

(۱۱) حرف موقوف علیہ نون یا میم واقع ہو مثل مِـنْ رَّبِّکُمْ وغیرہ تو اس صورت میں وقف بالاظہار ہی ہوگا، اسی طرح کسی حرف مدغم یا حرف مخفی پر وقف کیا گیا تو وقف بالاظہار رہوگا۔

(۱۲) جو حرف مد مرسوم بوجہ اجتماع ساکنین[۵] وصلاً محذوف ہو مثلاً قُـلْـنَـا اهْبِطُوْا، یَرْجُوا اللّٰهَ، یُؤْتِی الْحِکْمَةَ وغیرہ اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔

(۱۳) جو حرف مد بوجہ تماثل غیر مرسوم ہو اس پر وقف بالاثبات ہوگا مثلاً تَـرَآءَ الْجَمْعَانِ کے پہلے کلمہ پر وقف کیا گیا تو اثبات کے الف کے ساتھ تراءا ہوگا۔

(۱۴) جو الف مرسوم وصلاً محذوف[۶] ہو مثل وَاَنَـا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اور اَلسَّبِیْلَا وغیرہ۔اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔

(۱۵) وقف رسم قرآنی کے موافق کرنا چاہیے مثلاً اٰتٰـنِیَ الْکِتٰبَ میں اٰتٰـنِیْ پر اور اٰتٰـنِیَ اللّٰهُ میں لفظ اٰتٰنِ پر وقف موافق رسم ہوگا لیکن مثل وَلِیِّ یَ اللّٰهُ کے یاء ثانیہ پر سکون یاء کے ساتھ وقف موافق وصل ہوگا۔

---

[۱] یعنی ہاء ضمیر میں روم واشمام جائز ہے لیکن روم کی حالت میں ہاء ضمیر کا صلہ نہ ہوگا۔ کیوں کہ روم صفات عارضہ موقوف علی الوقف ہے یعنی وقف پر موقوف ہے کہ وقف کریں گے تب یہ صفت پائی جائے گی اور صلہ بھی صفات عارضہ ہے اور موقوف علی الوصل ہے یعنی وصل پر موقوف ہے اور صلہ ایک ایسی ادا ہے جو اشباع حرکت سے پیدا ہوتی ہے اور اس کی مقدار واو مدہ اور یاء مدہ کے برابر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صلہ (بقیہ صفحے ۲ پر)

(۱۶) وقف بالتشدید میں دیر دو حرف کی ہوگی۔ مثل عَدُوٌّ اور سَوِیٌّ وغیرہ۔

(۱۷) وقف بالتشدید میں روم و اشمام بھی جائز ہے اگر چہ منون ہو مثل دُرِّیٌّ وغیرہ۔

(۱۸) حرف موقوف علیہ نون یا میم مشدد ہو تو ایک الف کے برابر غنہ ہوگا اگر چہ روم یا اشمام کیا جائے جیسے جَانٌّ وغیرہ۔

تنبیہ:۔نون یا میم ساکنہ پر وقف کرتے ہوئے زائد غنہ سے احتراز کرنا چاہئے لیکن اگر نون میم مشدد پر وقف کیا جائے تو غنہ ایک الف کے برابر ہوگا۔

(۱۹) حرف موقوف علیہ کے ماقبل سکون اصلی ہو تو بجائے وقف بالاسکان کرنے کے وقف بالروم کرنا بہتر ہے تاکہ سکون اصلی تام ادا ہو جیسے سَبِّحْهُ وغیرہ۔

تنبیہ:۔اس کا بہت خیال رکھنا چاہئے کہ سکون وقفی کی وجہ سے ماقبل کا حرف حرف ساکن متحرک نہ ہو جائے جیسے وَاسْتَغْفِرْهُ کے بجائے وَاسْتَغْفِرُهْ وغیرہ۔

(صفحہ ۴۶ کا بقیہ) کے بعد ہمزہ آنے سے مد منفصل ہو جاتا ہے۔جیسے بِهٖٓ اَنْ يُّوْ وغیرہ (جامع القرأت،ص ۴۵)

اور روم کہتے ہیں حرکت کے تین حصے کرکے ایک حصہ ادا کرنا اور دو حصے چھوڑنے کو، جب ہاء ضمیر میں روم کریں گے تو عدم صلہ یعنی صلہ کا نہ ہونا ظاہر ہے اور اشمام کی حالت میں صلہ ہوگا۔کیوں کہ اشمام میں صرف حرکت کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔

۲؎ تاء تانیث سے مراد وہ "تا" ہے جو کسی اسم مونث کو جمع مونث سالم بنانے کے لئے اس کے آخر میں لمبی تا لگاتے ہیں۔

۳؎ ہاء تانیث تاء مدورہ (ۃ) یعنی گول تاء کو کہتے ہیں۔

۴؎ منصوب منون دو زبر والی تنوین کو کہتے ہیں جیسے جَمِيْعًا وغیرہ۔

۵؎ یعنی جو حرف مرسوم ہو لیکن اجتماع ساکنین یعنی دو ساکن اکٹھا ہونے کی وجہ سے وصلاً محذوف ہو جیسے قُلْنَا اهْبِطُوْا وغیرہ۔تو اس پر وقف بالاثبات ہوگا۔

۶؎ یعنی جو الف مرسوم یعنی لکھا ہو لیکن وصلاً محذوف ہو مثلاً وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ وغیرہ۔تو اس پر بھی وقف بالاثبات ہوگا۔

(۲۰) قطب جد کے کسی حرف پر وقف کیا جائے تو سکون وقفی میں قلقلہ کی لوٹتی ہوئی آواز خوب ظاہر کرنا چاہئے جیسے فَلَقْ وغیرہ۔

(۲۱) بحالت وقف حروف قلقلہ مشددہ کا قلقلہ تشدید کی تاخیر کے بعد ظاہر ہوگا۔ جیسے وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ وغیرہ۔

تنبیہ:۔ جو قواعد تجوید کیفیت وقف سے متعلق ہیں یہاں صرف وہی بیان کئے جائیں گے۔

(۲۲) جو ''را'' بوجہ وقف ساکن ہو یا پہلے سے ساکن ہو وہ بحالت وقف پر ہوگی بشرطیکہ ما قبل زیر یا یاء ساکنہ نہ ہو جیسے لَيْلَةُ الْقَدْرِ وغیرہ۔

(۲۳) راء مشددہ موقوفہ پر پڑھی جائے گی بشرطیکہ ماقبل زیر نہ ہو جیسے مُسْتَقَرٌّ وغیرہ۔

(۲۴) راء موقوفہ بالروم بھی پر ہوگی بشرطیکہ ''را'' خود مکسور[1] نہ ہو جیسے قَدِيْرٌ وغیرہ۔

(۲۵) راء موقوفہ بالاشمام پر اور باریک پڑھی جانے میں وقف بالاسکان کے حکم میں ہے۔

فائدہ:۔ لفظ فرق پر ٹھہرنے سے ''را'' باریک پڑھنا بھی جائز ہے لیکن پر پڑھنا[3] اولیٰ ہے۔

(۲۶) جو حروف ہمیشہ پر پڑھے جاتے ہیں ان کو وقف میں پر ہی پڑھنا چاہئے جیسے عَلَيْهَا حَافِظٌ وغیرہ۔

---

[1] کیوں کہ روم میں حرکت کے تین حصوں میں ایک حصہ پڑھا جاتا ہے اس لئے وقف بالروم کی حالت میں ''را'' مضموم پر ہوگی اگر چہ ''را'' سے پہلے زیر۔ یا یاء ساکنہ ہی کیوں نہ ہو جیسے قَدِيْرٌ وغیرہ۔

[2] اس لئے کہ ''راء موقوفہ'' بالاشمام میں صرف ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا رہتا ہے اس لئے پر اور باریک پڑھی جانے میں وقف بالاسکان کے حکم میں ہے۔

[3] اگر چہ لفظ ''فرق'' پر ٹھہرنے سے کسرہ زائل ہو جائے اور باریک پڑھنا بھی جائز ہے لیکن (بقیہ ص ۲۹ پر)

(۲۷) جو صفات عارضہ موقوف علی الوصل ہیں ان کو وقف میں نہ ادا کرنا چاہئے مثلاً مد منفصل[۱] پر وقف کیا گیا تو مد نہ کرنا چاہئے جیسے سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ کی ھا پر۔

تنبیہ:۔ حرف مد پر وقف کرتے وقت اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ حرف مد کے ادا میں نہ کمی واقع ہو نہ زیادتی اور نہ حرف مد کے بعد ہمزہ یا ھا کی آواز پیدا ہونے پائے ورنہ لحن جلی ہو جائے گا۔

(۲۸) حرف موقوف علیہ مفتوح سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل اَلْعٰلَمِیْنَ وغیرہ تو اس میں طول ، توسط ، قصر تینوں وجہیں جائز ہیں۔

فائدہ:۔ حرف مد کے بعد سکون وقفی[۲] واقع ہو تو اس کو مد عارض کہتے ہیں۔

(۲۹) حرف موقوف علیہ مکسور سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل اَلرَّحِیْمِ وغیرہ اس میں طول[۳] ، توسط ، قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم چار وجہیں جائز ہیں۔

(۳۰) حرف موقوف علیہ[۴] مضموم سے پہلے حرف مد واقع مثل نَسْتَعِیْنُ وغیرہ اس میں طول ، توسط ، قصر مع الاسکان اور طول ، توسط ، قصر مع الاشمام اور قصر مع الروم سات وجہیں جائز ہیں۔

(صفحہ ۲۸ کا بقیہ) حروف مستعلیہ کی وجہ سے پر پڑھنا اولیٰ ہے۔

[۶] جو حروف ہمیشہ پر پڑھے جاتے ہیں وہ حروف مستعلیہ ہیں اس میں ہمیشہ کی قید لگا کر یہ اشارہ کرتے ہیں کہ حروف چاہے مکسور ہوں یا مضموم یا مفتوح یا ساکن یہ ہمیشہ پُر پڑھے جائیں گے جیسے قِرْطَاسٍ ، عَلَيْهَا حَافِظٌ وغیرہ۔

---

[۱] یعنی جو صفات عارضہ وصل پر موقوف ہیں یعنی وصل کی حالت میں وہ صفت پیدا ہوگی۔ جیسے مد منفصل اور ادغام ناقص وغیرہ تو ان کو وقف میں نہ ادا کرنا چاہئے جیسے مَنْ يَّقُوْلُ میں لفظ "مَنْ" پر وقف کیا گیا تو ادغام مع الغنہ نہ کرنا چاہئے ایسے ہی بِهٖۤ اَنْذِرْ میں لفظ "بِهٖ" پر وقف کیا گیا تو مد نہ کرنا چاہئے۔

[۲] یعنی وہ سکون جو وقف کرنے کی وجہ سے پیدا ہو جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ پر کر دیا جائے تو اَلْعٰلَمِیْنْ (بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

(۳۱) مدمتصل وقفی میں توسط کے علاوہ بوجہ سکون عارض طول بھی جائز ہے۔لیکن قصر[۱] جائز نہیں۔اور مد عارض کا توسط[۲] بہتر نہیں مثل یَشَآءُ وغیرہ۔

(۳۲) مد منفصل وقفی میں بحالت روم[۳] صرف توسط ہی ہوگا طول اور قصر مع الروم جائز نہیں۔

(۳۳) مد لازم وقفی میں سکون وقفی کی وجہ سے بھی طول[۴] ہو سکتا ہے لیکن مد لازم کا طول اولیٰ[۵] ہے جیسے صَوَآفَّ وغیرہ۔

(صفحہ ۲۹ کا بقیہ) ہو جائے گا یعنی نون مفتوح نون ساکن بن جائے گا اس کو سکون وقفی کہتے ہیں۔

۳؎ یعنی حرف موقوف علیہ مکسور سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل اَلرَّجِیْمِ وغیرہ تو اس میں چار وجہیں جائز ہیں۔

(۱) طول مع الاسکان: یعنی وقف بالاسکان کے ساتھ طول

(۲) توسط مع الاسکان: یعنی وقف بالاسکان کے ساتھ توسط

(۳) قصر مع الاسکان: یعنی وقف بالاسکان کے ساتھ قصر

(۴) قصر مع الروم: یعنی وقف بالروم کے ساتھ قصر

اور وقف بالروم کی حالت میں طول توسط اس لئے جائز نہیں کی روم کی حالت میں حرکت کے تینوں حصوں میں ایک حصہ پڑھا جاتا ہے۔ جب ایک حصہ پڑھا جاتا ہے تو عدم سکون یعنی سکون کا نہ ہونا ظاہر ہے۔اس لئے طول،توسط جائز نہیں۔ کیوں کہ طول،توسط کے لئے حرف موقوف علیہ کا ساکن ہونا ضروری ہے اور روم کی حالت میں حرکت کا ایک حصہ پڑھا جاتا ہے۔

۴؎ یعنی حرف موقوف علیہ مضموم سے پہلے حرف مد واقع ہو مثل نَسْتَعِیْنُ وغیرہ تو اس میں سات وجہیں جائز ہیں۔(۱) طول مع الاسکان (۲) توسط مع الاسکان (۳) قصر مع الاسکان (۴) طول مع الاشمام (۵) توسط مع الاشمام (۶) قصر مع الاشمام (۷) قصر مع الروم۔

اور طول توسط قصر مع الاشمام۔تین وجہیں زائد اس لئے جائز ہیں کہ اشمام کی حالت میں ہونٹوں سے صرف ضمہ کی طرف اشارہ کرنا رہتا ہے نہ کہ روم کی طرح حرکت کا ایک حصہ پڑھا جاتا ہے اس لئے اشمام کی حالت میں طول توسط مع الاشمام جائز ہیں۔

(۳۴) حرف موقوف علیہ سے پہلے حرف لین واقع ہو مثل رَأْيَ الْعَيْنِ اس میں بھی طول ہتوسط ہقصر تینوں وجہیں جائز ہیں لیکن قصر اولیٰ ہے۔

فائدہ: حرف لین کے بعد سکون وقفی واقع ہو تو اس کو مد لین عارض کہتے ہیں۔

(۳۵) مدلین عارض میں بحالت روم صرف قصر ہی ہوگا مد کرنا جائز نہیں[۱]۔

تنبیہ: مد کے وجوہ مذکورہ میں سے قاری جس وجہ کو چاہے ادا کرے لیکن جس وجہ کو اختیار کرے اس کو آخر تک باقی رکھے سب وجہوں کو جمع کرنا یا مساوات کے خلاف پڑھنا جائز نہیں۔

(صفحہ نمبر ۳۰ کا حاشیہ)

۱ قصر اس لئے جائز نہیں کہ سبب اصلی کا ترک اور سبب عارضی کا باقی رکھنا لازم آئے گا یعنی ہمزہ متصل جو سبب اصلی تھا اس کا چھوڑنا اور سکون جو سبب عارض تھا اس کا باقی رکھنا لازم آئے گا۔

۲ اور مد عارض کا توسط بہتر نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ مد عارض میں جو توسط ہوتا ہے اس کی مقدار تین الف ہے۔ مد متصل میں جو توسط ہوتا ہے اس کی مقدار دو ڈھائی اور چار الف ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ مد عارض کا توسط بہتر نہیں۔

۳ یعنی مد متصل پر وقف کر دیا جائے تو بحالت روم صرف توسط ہی ہوگا۔ کیوں کہ وقف کی وجہ سے جو سکون تھا وہ بحالت روم مفقود یعنی ختم ہو گیا۔ اس لئے صرف توسط ہی ہوگا اور طول او قصر مع الروم اس لئے جائز نہیں کہ طول جو سکون کی وجہ سے تھا اور سکون بحالت روم مفقود ہو گیا اور قصر اس لئے جائز نہیں کہ سبب اصلی کا الغاء اور سبب عارضی کا القاء لازم آئے گا۔

۴ اس میں سکون عارض کی وجہ سے توسط و قصر جائز نہیں تا کہ مد عارض کو مد لازم پر ترجیح لازم نہ آئے۔ یہاں پر وہم یہ ہوتا ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے جو یہ فرمایا کہ مد لازم میں سکون وقفی کی وجہ سے طول بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن مد لازم کا طول اولیٰ ہے۔ مد لازم کا طول اس لئے اولیٰ ہے کہ سکون مشدد بنسبت سکون عارض زیادہ قوی ہے لہٰذا سکون لازم کا طول اس لئے اولیٰ ہے تا کہ قوی کو ضعیف پر ترجیح رہے۔

۵ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مد عارض میں طول اولیٰ ہے پھر اس کے برعکس مد لین میں قصر اولیٰ کیوں ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں محل حرف لین اور سبب مد سکون عارض ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۲ پر)

سوالات

(۱) وقف[1] بالاظہار اور وقف بالاثبات کی تعریف کرو؟

(۲) وقف[2] بالتشدید میں روم واشمام جائز ہے یا نہیں؟

(۳) لِنُحْیِیَ پر وقف[3] موافق رسم ہوگا یا موافق وصل؟

(۴) رامشددہ[4] پر وقف کیا جائے تو راپر ہوگی یا باریک؟

(۵) مدمتصل وقفی[5] اور مدلازم وقفی کی تعریف اور حکم بیان کرو؟

(صفحہ ۳۱ کا بقیہ)

اور یہ دونوں ضعیف ہیں اس لئے مدلین عارض میں قصر اولیٰ ہے۔

[۱] یعنی جس طرح مدعارض میں بحالت روم صرف قصر ہوگا اسی طرح مدلین عارض میں بھی بحالت روم صرف قصر ہوگا۔

[۲] وجوہ مذکورہ یعنی جو جو اوپر مذکور ہوئی ان وجوہ میں سے قاری جس وجہ کو چاہے ادا کرے۔ مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں طول کیا ہے تو اَلرَّحِیْمِ اور اَلدِّیْنِ میں بھی طول کرے یعنی جس وجہ کو اختیار کرے اس کو آخر تک باقی رکھے۔ سب وجہوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ مثلاً اَلْعٰلَمِیْنَ میں طول مع الاسکان تو اَلرَّحِیْمِ میں توسط مع الاسکان اسی طرح اَلدِّیْنِ میں قصر مع الاسکان تو نَسْتَعِیْنُ میں طول مع الاسکان۔ بہر حال یہ ہے کہ سب وجہوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔

---

[۱] حرف موقوف علیہ مدغم یا حرف مخفی واقع ہو تو اس کو وقف بالاظہار کہیں گے جیسے یَلْهَثْ ذٰلِكَ وغیرہ۔ حرف موقوف علیہ حرف مد واقع ہو تو اس کو وقف بالاثبات کہیں گے جیسے وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ وغیرہ۔

[۲] وقف بالتشدید میں روم واشمام جائز ہے۔

[۳] لِنُحْیِیَ پر موافق رسم ہوگا۔

[۴] راء مشددہ پر وقف کیا جائے تو راپر ہوگی جیسے لَیْسَ الْبِرُّ اس شرط کے ساتھ کہ ماقبل زیر نہ ہو جیسے مُسْتَقَرٌّ وغیرہ۔

نوٹ: اور اگر راء مشددہ پر زیر ہوگی تو راء باریک ہوگی جیسے بِالْبِرِّ وغیرہ۔ (بقیہ صفحہ ۳۳ پر)

چھٹا سبق

محل وقف کے احکام

(۱) وقف کرنے میں محل اوقاف کے مراتب کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ایسا نہ ہو کہ وقف تام یا وقف کافی تک باوجود سانس پہنچ جانے کے وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کر دیا جائے۔ وقف اگر ایسی جگہ کر دیا جائے جہاں لفظاً ومعناً[۱] تعلق منقطع ہو جائے تو اس کو وقف تام کہتے ہیں اور اگر صرف لفظاً تعلق منقطع ہو تو وقف کافی[۲] کہیں گے اور اگر لفظاً تعلق منقطع نہ ہو تو وقف حسن[۳] کہیں گے اور اگر باوجود لفظاً ومعناً تعلق نہ منقطع ہونے کے وقف کرنے میں کسی قسم کی قباحت لازم آئے تو ایسا وقف قبیح ہے۔

(۲) محل اوقاف کی رعایت سے قرآن شریف پڑھنا تفہیم معنی اور تحسین[۴] قرأت کا باعث ہے۔لہذا جس محل وقف کا جو حکم ہو اسی کے موافق عمل کرنا چاہیے۔

(صفحہ ۳۲ کا بقیہ)

[۵] جب مد متصل پر وقف کیا جائے اسے مد متصل وقفی کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ مد متصل وقفی میں توسط کے علاوہ بوجہ سکون عارض طول بھی جائز ہے۔لیکن قصر جائز نہیں۔اور مد عارض کا توسط بہتر نہیں مثل یشاء وغیرہ اور مد لازم وقفی کی تعریف یہ ہے کہ جب مد لازم پر وقف کیا جائے تو اسے مد لازم وقفی کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ سکون عارض کی وجہ سے مد عارض کا طول بھی ہو سکتا ہے لیکن مد لازم کا طول اولیٰ ہے۔

چھٹا سبق

[۱] یعنی جب کسی آیت یا جملہ کے آخر کلمہ موقوف علیہ یعنی جس پر وقف کیا جائے ایسے کلمہ کو مابعد سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہو نہ لفظاً نہ معناً ایسے کلمہ پر وقف کیا گیا تو ایسے وقف کو وقف تام کہتے ہیں۔

فائدہ۔جاننا چاہئے کہ کلمہ موقوف علیہ کے ماقبل کا مابعد سے تعلق دو قسم کا ہوتا ہے (۱) لفظی (۲) معنوی۔ ماقبل کو مابعد سے تعلق اعراب ترکیبی یا موصوف صفت یا فعل و فاعل ہو تو ایسے تعلق کو تعلق لفظی (بقیہ صفحہ ۳۴ پر)

(۳)وقف میں توقف اور تاخیر صرف اس قدر رہونا چاہئے کہ سانس بآسانی لی جا سکے۔ اس کے خلاف جائز نہیں۔

(۴)اگر کسی شخص کی سانس پھولتی ہو تو حسب ضرورت وقف میں تاخیر کی جاسکتی ہے تا کہ قرأت اطمینان کے ساتھ ادا ہو۔لیکن بوجہ تاخیر مزید اس کو وقف نہ کہیں گے بلکہ یہ سکوت ہوگا جبکہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو[۱]۔

(۵)پڑھتے پڑھتے سانس تنگ ہونے لگے تو پہلے سے اس کا خیال رکھے کہ درمیان کلام یا وسط کلمہ پر وقف نہ ہونے پائے ورنہ وقف غلط ہوگا۔

(۶)وقف اختیاری[۲] کے لئے محل وقف ضروری ہے خواہ علامت وقف ہو یا نہ ہو۔

(۷)وقف اضطراری جمیع احکام میں مثل وقف اختیاری کے ہے لہذا حتی الامکان وقف اضطراری میں بھی احکام وقف کی رعایت کرنا چاہئے۔

(۸)وقف تام پر باقتضاء ختم کلام وقف ضروری ہے اس لئے کہ وقف کلام کے تمام ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(۹)وقف کافی پر وقف بہتر ہے۔اس لئے کہ تعلق لفظی کا نہ ہونا ہی وقف کے لئے اصل محل ہے۔اسی وجہ سے وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد اعادہ[۳] جائز نہیں۔

(صفحہ۴۳ کا بقیہ) کہتے ہیں۔جیسے خَتَمَ اللّٰهُ میں لفظ "خَتَمَ" کو لفظ "اَللّٰهُ" سے تعلق لفظی ہے۔ایسے ہی "لَحماً طَرِيّاً" میں لَحماً کو لفظی تعلق ہے طَرِيّاً سے کیوں کہ لَحماً طَرِيّاً موصوف صفت ہیں۔(تفہیم الوقوف،ص۱۰۳)

[۲] یعنی صرف لفظاً تعلق منقطع ہو اور معناً تعلق باقی رہے تو ایسے وقف کو وقف کافی کہتے ہیں۔

[۳] یعنی اگر لفظاً تعلق منقطع نہ ہو اور وقف کرنے میں کسی قسم کی کوئی قباحت لازم نہ آئے تو ایسا وقف حسن ہے۔

[۴] یعنی معنی کے سمجھنے اور قرأت کی خوبصورتی کا باعث ہے۔

(۱۰) وقف حسن پر وقف جائز ہے اس لئے کہ اس پر وقف کرنے سے کوئی قباحت لازم نہیں آتی البتہ اختیاری بہتر نہیں اور ابتدا جائز نہیں۔

(۱۱) وقف قبیح پر وقف اختیاری جائز نہیں اس لئے کہ اس پر وقف کرنے سے قباحت لازم آتی ہے۔

(۱۲) وقف تام یا وقف کافی پر وقف کرنے کے بعد ابتدا کرنی چاہئے ان میں اعادہ جائز نہیں۔ وقف تام یا وقف کافی کے جو مواقع نہیں سمجھ سکتے ان کو چاہئے کہ آیات یا علامات وقف پر بوقت ضرورت وقف کریں۔

(۱۳) موضع[۵] سکتہ پر وقف جائز نہیں البتہ جس علامت وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں وقف بھی جائز ہے اگر چہ سکتہ واجب ہی کیوں نہ ہو۔

(صفحہ ۳۴-۳۵ کا حاشیہ)[۱] یعنی کسی وجہ سے تاخیر ہو جائے تو اس کو وقف نہ کہیں گے بلکہ یہ سکوت ہوگا جبکہ پڑھنے کا ارادہ ہو اور اگر پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے اور دوسرے کام میں مشغول ہوگیا تو یہ قطع ہو جائے گا پھر بحالت ابتدا استعاذہ ضروری ہے۔

[۲] کیوں کہ وقف اختیاری اپنے اختیار اور اپنی پسند سے کیا جاتا ہے اس لئے محل وقف ضروری ہے اور وقف کے لئے اصل محل تعلق لفظی کا نہ ہونا ہے۔ اور جو قاری عربی سے ناواقف ہو، ان کو چاہئے کہ علامت وقف میم، طا، جیم، وغیرہ پر وقف اختیاری کریں تاکہ کسی قسم کی کوئی قباحت لازم نہ آئے۔

[۳] موقوف علیہ یعنی جس پر وقف کیا جائے اس سے یا اس کے ماقبل سے پڑھنے کو اعادہ کہتے ہیں جیسے کسی نے وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ میں وَلٰکِنْ پر وقف کردیا تو اب وہ رَسُوْلَ اللّٰہِ سے ابتداء نہ کرے بلکہ وَلٰکِنْ یا اس کے ماقبل سے اعادہ کرے یعنی لوٹائے۔

[۴] وقف حسن پر وقف تو جائز ہے اگر چہ کوئی قباحت لازم نہیں آتی لیکن وقف اختیاری بہتر نہیں۔ اس لئے کہ لفظی تعلق باقی رہتا ہے اور مابعد سے ابتداء بھی جائز نہیں بلکہ ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔

[۵] موضع سکتہ پر یعنی سکتہ کی جگہ پر وقف جائز نہیں لیکن جس علامت وقف پر سکتہ مرسوم یعنی لکھا ہوا ہے وہاں وقف بھی جائز ہے اگر چہ سکتہ واجب ہی کیوں نہ ہو جیسے مِنْ مَّرْقَدِنَا۔

(۱۴) وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کرنے کے بعد اعادہ[1] کرنا چاہیے۔

(۱۵) حروف مقطعات[2] پر وقف جائز نہیں اگر اضطراراً وقف ہو جائے تو پھر سے ابتدا کرنا چاہیے البتہ آخر حرف پر وقف جائز ہے۔ جیسے کٓهٰیٰعٓصٓ وغیرہ۔ بلاضرورت وقف کرنا یا وقف میں بلا وجہ تاخیر کرنا جائز نہیں۔

سوالات

(۱) محل اوقاف میں کس قسم کی رعایت کرنی چاہیے[3]؟

(۲) وقف میں توقف اور تاخیر کس قدر ہونی چاہیے[4]؟

(۳) وقف اضطراری کی تعریف اور مثال[5] بیان کرو؟

(۴) وقف تام اور وقف کافی کی تعریف اور حکم[6] بیان کرو؟

(۵) وقف حسن اور قبیح پر وقف اختیاری جائز ہے[7] یا نہیں؟

---

[1] کیوں کہ وقف حسن اور وقف قبیح میں لفظی تعلق ہوتا ہے اس لئے ان دونوں پر وقف کرنے کے بعد مابعد سے ابتدا یعنی شروع کرنا جائز نہیں بلکہ ماقبل سے اعادہ کرنا یعنی لوٹانا چاہیے۔

[2] یعنی حروف مقطعات کے درمیان وقف جائز نہیں جیسے طٓسٓمٓ میں حرف طا یا حرف سین پر وقف جائز نہیں البتہ میم پر وقف جائز ہے اس لئے کہ میم آخر میں ہے۔

سوالات کے جوابات

[3] محل اوقاف کے مراتب کا لحاظ ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ وقف تام یا وقف کافی تک سانس پہونچ جانے کے باوجود وقف حسن یا وقف قبیح پر وقف کردیا جائے۔

[4] وقف میں توقف اور تاخیر صرف اس قدر رہنا چاہیے کہ سانس بآسانی لی جاسکے اور اس کے خلاف جائز نہیں۔

[5] جو وقف بلاقصد واقع ہو اس کو وقف اضطراری کہتے ہیں مثلاً کھانسی یا سانس تنگ ہونے کی وجہ سے وقف کیا جائے۔

[6] وقف ایسی جگہ کیا جائے جہاں لفظاً ومعناً تعلق ختم ہو تو اس کو وقف تام کہتے ہیں۔ اور (بقیہ صفحے ۴۲ پر)

ساتواں سبق

علامت وقف اور علامت وصل کے احکام

(O) یہ علامت آیت پوری ہونے کی ہے اسی وجہ سے اس علامت ہی کو آیت کہتے ہیں۔ آیت پر ٹھہرنا مستحب[1] ہے جبکہ بخیال ادائے سنت ہو ورنہ بر بنائے اصل[2] قرأت وصل مستحب ہے۔ اس لئے کہ آیت لغرض الوقف[3] نہیں ہے۔ اور اگر کسی جگہ آیت کا ظاہر کرنا ہی مقصود ہو تو ایسی صورت میں وقف کرنا ضروری ہوگا۔

(۵) یہ علامت آیت مختلف فیہ[4] ہونے کی ہے۔ لہٰذا اس جگہ آیت سمجھ کر وقف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ جو مشہور ہے کہ امام عاصم صاحب کے نزدیک یہاں آیت نہیں ہے اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ کیوں کہ قراء سبعہ[5] کو اختلاف آیات سے کوئی تعلق نہیں۔

(صفحہ ۳۶ کا بقیہ) اگر صرف لفظاً تعلق ختم ہو جائے تو اس کو وقف کافی کہتے ہیں۔ وقف تام اور وقف کافی کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں پر وقف کرنے کے بعد ابتدا کرنی چاہئے ان میں اعادہ جائز نہیں۔

[۷] وقف قبیح پر وقف اختیاری جائز نہیں اور وقف حسن پر وقف اختیاری بہتر نہیں۔

ساتواں سبق

[1] یعنی آیت پر ٹھہرنا اس وقت مستحب ہے جب آپ کی نیت اتباع سنت ہو یعنی سنت ادا کرنے کی نیت سے آیت پر ٹھہرنا مستحب ہے۔ اس صورت میں آپ کو تلاوت کرنے کے ثواب کے ساتھ ہی ساتھ اتباع سنت کا بھی ثواب ملے گا۔

[2] یعنی اصل قرأت کی بنا پر وصل مستحب ہے کیوں کہ قرأت میں اصل وصل ہے۔

[3] یعنی آیت وقف کی غرض کے لئے نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ آیت کا ظاہر کرنا ہی مقصود ہو تو ایسی صورت میں وقف کرنا ضروری ہوگا۔

[4] آیت مختلف فیہ اس آیت کو کہتے ہیں کہ جس میں ائمہ وقف کے نزدیک اختلاف ہو یعنی کسی کے نزدیک آیت ہے کسی کے نزدیک آیت نہیں ہے۔ (بقیہ صفحہ ۳۸ پر)

(م) یہ وقف لازم کی علامت ہے۔ اس پر باقتضائے ختم کلام وقف کرنا لازم ہے تاکہ وصل کرنے سے کسی قسم کی قباحت نہ لازم آئے۔ اسی وجہ سے اس کو وقف لازم کہتے ہیں۔

(ط) یہ وقف مطلق کی علامت ہے۔ یہاں بوجہ ختم کلام وقف تام ہے۔ اسی وجہ سے یہاں وقف کرنا ضروری ہے تاکہ وصل کرنے سے اتصال کلام کا التباس نہ لازم آئے۔

(ج) یہ وقف جائز کی علامت ہے۔ اس پر بوجہ تفہیم معنی اور تحسین قرأت وقف کرنا مستحسن ہے۔

تنبیہ:۔ یہ وہ مواقع ذکر کیے گئے ہیں جو انفصال کلام کو مقتضی ہیں اور قاری وقف کرنے کا مکلّف ☆ ہے۔ اور آگے وہ مواقع ذکر کیے جاتے ہیں جہاں قاری کو اختیار ہے اور بوجہ عدم ضرورت وقف کرنے کا مکلّف نہیں ہے۔

(ز) یہ وقف مجوز کی علامت ہے۔ اس پر وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ وقف تو یہ علامت جیم وغیرہ دور ہو۔ کیوں کہ یہ وقف ضعیف ہے۔

(ص) یہ وقف مرخص کی علامت ہے۔ یہاں عند الضرورت وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ علامت بھی وقف ضعیف ہے۔

(صفحہ ۳۷ کا بقیہ) ۵قراء سبعہ ان سات اماموں کو کہتے ہیں جس سے قرأت تواتر کے ساتھ ہم تک پہونچی ہے۔ ان سات اماموں کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) حضرت امام نافع مدنی (۲) حضرت امام ابن کثیر مکی (۳) حضرت امام ابوعمرو بصری (۴) حضرت امام ابن عامر شامی (۵) حضرت امام عاصم کوفی (۶) حضرت امام حمزہ کوفی (۷) حضرت امام کسائی کوفی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ اور ان سات اماموں کا اختلاف آیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۱جب کسی جگہ معنوی اعتبار سے وقف متعین لازم وضروری اور وصل کلام کی وجہ سے کوئی قباحت لازم آئے تو ایسے وقف کو وقف لازم کہتے ہیں اور یہ رموز علامت عموماً وقف اتم یا وقف تام کے موقع پر مرسوم ہوتی ہے۔ چاہے درمیان آیت پر ہو یا آخر آیت پر۔ (تفہیم الوقوف، ص ۲۳۰) ☆ یعنی حقدار ہے (بقیہ صفحہ ۳۹ پر)

(ق) یہ علامت[۱] "قِیۡلَ عَلَیۡهِ الۡوَقۡفُ" کی ہے۔اس پر وقف کرلیا گیا تو کوئی حرج نہیں لیکن وقف ضعیف ہے۔

(ک) یہ علامت "کَذٰلِکَ" کی ہے۔یہ اگر علامت وقف کے بعد واقع ہو تو وقف کے حکم میں ہے اور اگر علامت وصل کے بعد واقع ہو تو وصل کے حکم میں ہے۔

(صفحہ ۳۸ کا بقیہ) [۲] جب کسی جگہ پر وقف وصل سے اولیٰ اور افضل ہو تو اسے وقف مطلق کہتے ہیں۔یہ علامت عموماً وقف اکفی یا وقف کافی کے موقع پر مرسوم ہوتی ہے اور اس پر وقف کرنا ضروری ہے تاکہ وصل کرنے سے یہ شبہ پیدا نہ ہو جائے کہ یہ کلام ملا ہوا ہے۔(تفہیم الوقوف،ص ۲۳۸)

[۳] جب کسی جگہ پر وقف اور وصل دونوں مساوی اور برابر ہوں مگر وقف نسبتاً اولیٰ ہو تو اسے وقف جائز کہتے ہیں اور اس کے لئے جیم کی علامت مقرر کی گئی ہے۔یہ علامت عموماً یعنی عام طور سے وقف کافی یا وقف حسن کے موقع پر مرسوم ہوتی ہے،چاہے آیت پر ہو یا درمیان آیت میں ہو۔(تفہیم الوقوف،ص ۲۳۹)

[۴] جب کسی جگہ وصل اولیٰ اور وقف غیر اولیٰ تو ایسے وقف کو وقف مجوز کہتے ہیں۔اور اس کے لئے "ز" کی علامت مقرر کی گئی ہے۔یہ علامت عموماً وقف حسن کے موقع پر مرسوم ہوتی ہے،چاہے آیت پر ہو یا درمیان آیت میں ہو۔(تفہیم الوقوف،ص ۲۴۱)

[۵] جب کسی جگہ پر ضرورتاً وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہو مثلاً قاری کی سانس تنگ ہونے لگے تو اسے وقف مرخص کہتے ہیں۔اور اس کے لئے "ص" کی علامت مقرر کی گئی ہے۔یہ علامت بھی عموماً وقف حسن کے موقع پر مرسوم ہوتی ہے،چاہے آیت پر ہو یا درمیان آیت پر ہو۔(تفہیم الوقوف،ص ۲۴۲)

فائدہ:۔یہ جو وقف کی پانچ قسمیں ہیں:(۱) وقف لازم (۲) وقف مطلق (۳) وقف جائز (۴) وقف مجوز (۵) وقف مرخص۔یہ علامہ سجاوندی کی تقسیم کردہ وقف کی قسمیں ہیں۔(معرفۃ الوقوف،ص ۲۶)

---

[۱] جس وقف کے معتبر اور غیر معتبر ہونے میں علماءِ وقف کا اختلاف ہو تو ایسے وقف کو "قِیۡلَ عَلَیۡهِ الۡوَقۡفُ" کہتے ہیں اور اکثر علماءِ وقف اس کو بلحاظ سیاق وسباق مقید معنیٰ اور موضع کلام تصور کرتے ہیں۔اور بلحاظ محل قوی اور معتبر قرار دیتے ہیں۔قِیۡلَ عَلَیۡهِ الۡوَقۡفُ پر اگر وصل کیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ وہ اکثر کے نزدیک وقف ضعیف ہے۔

(قف) یہ[۱] "قَدْ یُوْقَفُ" کا مخفف ہے۔صیغۂ امر نہیں ہے۔اس پر اگر وقف ہو گیا تو کوئی حرج نہیں البتہ وقف اختیاری بہتر نہیں ہے۔

(صل) یہ[۲] "قَدْ یُوْصَلُ" کا مخفف ہے۔یہ بھی صیغۂ امر نہیں ہے۔اس پر بنسبت وقف کے وصل پسند کیا گیا ہے اور "قَدْ یُوْقَفُ" کا مقابل ہے۔

تنبیہ:۔قف اور صل یہ دونوں بھی اگر چہ وقف اضعف کی قسمیں ہیں لیکن ان دونوں میں یہ فرق ہے۔قف پر بمقابل صل کے وقف راجح ہے اور صل میں وصل راجح ہے۔

(صلے) یہ "اَلْوَصْلُ اَوْلٰی" کا مخفف[۳] ہے۔یہاں بوجہ تعلق لفظی کے وصل ہی کرنا چاہئے۔یہ اگر چہ وقف حسن کی علامت ہے اور جواز وقف کی صورت ہے لیکن وقف کرنے کے بعد یہاں اعادہ ضروری ہے۔

۲۔جس وقف کے راجح اور مرجوح ہونے میں علماء کا اختلاف ہو مگر وقف راجح اور وصل مرجوح ہو تو ایسے وقف کو قَدْ یُوْقَفُ کہتے ہیں۔یعنی بعض علماء وہاں پر وقف کو راجح اور مستحب قرار دیتے ہیں اور وصل کو مرجوح اور غیر مستحب تصور کرتے ہیں۔اور قَدْ یُوْقَفُ کے لئے لفظ قف بطور علامت مقرر کیا گیا ہے۔(تفہیم الوقوف ص ۲۵۸)

۳۔جس وقف کے راجح اور مرجوح ہونے میں علماء کا اختلاف ہو مگر وصل راجح اور وقف مرجوح ہو تو ایسے وقف کو قَدْ یُوْصَلُ کہتے ہیں۔یعنی بعض علماء وقف سیاق وسباق کے اعتبار سے وقف کو راجح اور وصل کو مرجوح تصور کرتے ہیں۔اور قَدْ یُوْصَلُ کے لئے لفظ صل بطور علامت مقرر کیا گیا ہے۔(تفہیم الوقوف،ص ۲۵۹ تا ۲۶۰)

۴۔جس وقف کے اولیٰ اور غیر اولیٰ ہونے میں علماء وقف کا اختلاف ہو مگر وصل اولیٰ اور افضل ہو تو ایسے وقف کو اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کہتے ہیں۔یعنی اکثر علماء وقف سیاق وسباق کے لحاظ سے وصل کو اولیٰ قرار دیتے ہیں اور وقف کو غیر اولیٰ تصور کرتے ہیں۔اور بعض علماء وقف سیاق وسباق کے اعتبار سے وقف کو اولیٰ قرار دیتے ہیں اور وصل کو غیر اولیٰ تصور کرتے ہیں اور اَلْوَصْلُ اَوْلٰی کے لئے لفظ صلے بطور علامت مقرر کیا گیا ہے۔(تفہیم الوقوف ص ۲۶۰ تا ۲۶۱)(بقیہ صفحہ ۴۱ پر)

(لا) یہ[۱] "لا وقف علیہ" کی علامت ہے۔ اور وقف قبیح کی علامت ہے۔ اس جگہ باقتضائے اتصال کلام وصل کرنا ضروری ہے کیوں کہ ایسی جگہ وقف کرنے سے قباحت لازم آئے گی اسی وجہ سے اس پر وقف ناجائز ہے۔

(قلا) یہ[۲] وقف مختلف فیہ کی علامت ہے اور "قیل لا وقف علیه" کا مخفف ہے۔ اس جگہ وقف نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ جن کے نزدیک یہاں وقف معتبر ہے ان کے نزدیک اعادہ نہ ہوگا۔

(ۘ لا) اسی کو آیت لا کہتے ہیں۔ یہاں وقف قبیح نہیں ہے۔ بلکہ آیت ہونے کی وجہ سے وقف جائز ہے البتہ بوجہ محل وقف نہ ہونے کے وصل بہتر ہے، لیکن وقف کرنے کے بعد اعادہ نہ کرنا چاہئے[۳]۔

(∴ ∴) یہ وقف معانقہ کی علامت ہے۔ قرآن مجید کے حاشیہ پر معانقہ کا مخفف مع لکھا رہتا ہے اور درمیان آیات میں دو جگہ تین تین نقطے مرسوم ہوتے ہیں مثلاً لا ریب ∴ فیہ ∴ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ وغیرہ۔ وقف معانقہ کا حکم یہ ہے کہ نہ دونوں جگہ وقف کرنا چاہئے ورنہ درمیان والا کلمہ بے ربط ہو جائے گا اور نہ وصل کرنا چاہئے تا کہ معنی سمجھنے میں تکلف نہ ہو۔ لہٰذا وصل اول وقف ثانی یا وقف اول وصل ثانی کرنا چاہئے۔

(وقفہ) لفظ وقفہ وسکتہ کی ہاء کے ساتھ یہ "الوقف مع السکت" کا مخفف ہے۔ یعنی جس قدر وقف میں تاخیر ہوتی ہے اتنی ہی تاخیر کے ساتھ سکتہ کیا جائے۔ یہ در حقیقت وقف نہیں

(صفحہ ۴۰ کا بقیہ)

فائدہ: یاد رکھیں کہ مصنف علیہ الرحمہ نے وقف کذلک کو چھوڑ کر وقف کی چار قسمیں جو بیان کی ہیں یہ وقف مختلف فیہ کی قسمیں ہیں یعنی وہ وقف جس میں علماء وقف کا کسی وجہ سے اختلاف ہوا اور وہ چار قسمیں یہ ہیں:

(۱) قِيْلَ عَلَيْهِ الْوَقْفُ۔ جس کی علامت "ق" ہے (۲) قَدْ يُوْقَفُ۔ جس کی علامت قف ہے

(۳) قَدْ يُوْصَلُ۔ جس کی علامت صل ہے (۴) اَلْوَصْلُ اَوْلٰى۔ جس کی علامت صلے ہے۔

ہے بلکہ سکتہ طویلہ ہے ۔یہ ایسے موقع پر جائز ہے جہاں وقفہ مرسوم ہو لیکن اصل سکتہ جائز نہیں ۔اس موقع پر بجائے وقفہ کے وقف بھی جائز ہے لیکن وقفہ بہتر ہے باقی سکتہ کا مفصل بیان آٹھویں سبق میں آئے گا۔

(صفحہ ۴۱ کا حاشیہ)

۱ جس مقام پر علماء وقف نے وقف نہ کرنے کی تاکید کی ہو تو ایسے وقف کو لاوقف علیہ کہتے ہیں ۔جس میں علماء وقف وقف کرنے سے منع کرتے ہیں کیوں کہ سیاق سباق کے اعتبار سے وہ محل وقف مقرر اور مناسب نہیں ہوتا اور ماقبل و مابعد کے لحاظ سے وہاں پر وصل ہی ہوتا ہے لاوقف علیہ کی دو صورتیں ہیں کبھی وہ درمیان میں ہوتا ہے کبھی آخر آیت پر ہوتا ہے ۔پس اگر وہ درمیان آیت میں ہے تو اس پر وقف نہیں کرنا چاہئے کہ فساد معنی اور قباحت لازم آئے گی اور اگر وہ آخر آیت پر ہے تو وقف کرنے کی اجازت ہے کیوں کہ آخر آیت پر وقف کرنا اکثر علماء کے نزدیک مسنون و مستحب ہے ۔(تفہیم الوقوف ص ۲۶۳)

۲ یہ بھی ان اوقاف میں سے ہے جن میں علماء وقف کا اختلاف ہے ۔پس جن کے نزدیک یہاں پر وقف معتبر ہے ان کے نزدیک اعادہ نہ ہوگا ۔

۳ یعنی وہ آیت جس پر 'لا' لکھا رہتا ہے اس پر وقف کرنے کے بعد اعادہ نہیں کرنا چاہئے کیوں کہ آیت پر وقف کرنا مسنون و مستحب ہے ۔

۴ جب کسی جگہ قریب قریب پر دو وقف ہم حیثیت مقابلۃً واقع ہوں جیسے لاریب ∴ فیہ ∴ تو ایسے وقف کو وقف معانقہ کہتے ہیں ۔اس میں اگر پہلی جگہ پر وقف کرلیا جائے تو دوسری جگہ پر وصل کرنا لازم ہوتا ہے ۔اور اگر پہلی جگہ پر وصل کرلیا جائے تو دوسری جگہ وقف کرنا لازم ہوتا ہے تاکہ دو وقف کے درمیان عبارت بے ربط وضبط نہ ہو جائے ۔وقف معانقہ کے لئے بطور علامت تین تین نقطے ∴ ∴ مرسوم ہوتے ہیں ۔یہ نقطے عبارت کے درمیان قریب قریب تھوڑے فاصلے پر مرسوم ہوتے ہیں چاہے درمیان آیت میں ہوں یا آخر آیت پر ہوں ۔وقف معانقہ مصاحبہ و مقابلہ ہوتا ہے اس لئے ایسے موقع پر وصل اول وقف ثانی یا وقف اول وصل ثانی کرنا چاہئے ۔

واضح رہے کہ وقف معانقہ دو قسم کا ہوتا ہے (۱) وقف معانقہ عند المتقدمین (۲) وقف معانقہ عند المتأخرین اور دونوں کا حکم ایک ہی ہے ۔اور یہ وقف مختار علیہ ہے جس کو علماء وقف نے کسی وجہ سے مختار اور پسندیدہ قرار دیا ہے ۔(تفہیم الوقوف ص ۲۵۰ تا ۲۵۱)

(وقف النبی ﷺ)[۱] یہ کلام مجید کے حاشیہ پر لکھا رہتا ہے۔ایسے موقع پر وقف مستحب ہے۔اس لئے کہ درمیان آیت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گیارہ جگہ وقف ثابت ہے۔یہ نیز وقف منزل، وقف غفران، وقف کفران حاشیہ پر لکھے رہتے ہیں اس لئے یہاں اس کے مواقع نہیں ذکر کئے گئے۔

(وقف منزل)[۲] اس کو وقف جبرئیل بھی کہتے ہیں اس موقع پر بھی وقف مستحب ہے، نزول قرآن کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جس جگہ وقف کیا ہے وہاں نبی کریم ﷺ نے بھی وقف کیا۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہاں وحی منقطع ہوتی ہے۔

(وقف غفران)[۳] یہ بھی قرآن مجید کے حاشیہ پر مرسوم ہے۔ایسی جگہ وقف کرنے سے معنی کی وضاحت اور سننے والے پر بھی بشاشت پیدا ہوتی ہے۔اسی لئے اس کو وقف غفران کہتے ہیں۔یہاں وصل سے وقف بہتر ہے۔

(وقف کفران)[۴] یہ حاشیہ پر ایسی جگہ لکھا رہتا ہے جہاں وقف کرنے سے خاص قسم کی قباحت پیدا ہوتی ہے۔جس کو معنی جاننے والا ہی خوب سمجھ سکتا ہے۔بلکہ اگر سامع ایسے معنی کا عقیدہ رکھے تو موجب کفر ہے۔لہٰذا ایسے موقع پر وقف نہ کرنا چاہئے۔

---

۱ جو وقف نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے اور آپ سے منقول ہے اسے وقف النبی ﷺ کہتے ہیں چونکہ یہ وقف نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے اس لئے علماء صلحاء اور قراء نبی کریم ﷺ کی اتباع کے لئے ایسے وقف پر بالخصوص وقف کیا کرتے ہیں۔(تفہیم الوقوف ص ۲۴۳ تا ۲۴۴)

۲ وقف منزل (وقف جبرئیل علیہ السلام) بعض اوقاف حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں اور آپ سے منقول ہیں۔پس ایسے وقف کو وقف جبرئیل کہتے ہیں۔اور نزول قرآن کے وقت جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے وقف کیا ہے وہاں نبی کریم ﷺ نے بھی وقف فرمایا۔اس لئے علماء صلحاء اور قراء استحباباً اس پر وقف کیا کرتے ہیں۔(تفہیم الوقوف ص ۲۴۶ تا ۲۴۹)

۳ بعض اوقاف ایسی جگہوں پر واقع ہیں کہ اگر اس پر وقف کرکے دعا کی جائے تو قبول ہوتی (بقیہ صفحہ ۴۴ پر)

تنبیہات وقف

(۱)وقف کرنے کے بعد اصل یہی ہے کہ ابتداء کی جائے لہٰذا جن مواقع میں کسی حیثیت سے بھی ابتدا ہوسکتی ہے ان کو محل وقف میں شمار کرتے ہوئے مختلف قسم کی علامتیں بیان کر دی گئی ہیں۔لہٰذا علامت وقف پر وقف کرنے کے بعد اعادہ جائز نہیں۔

(۲)علامات وقف کی ترتیب اس کی قوت اور ضعف کے لحاظ سے ہے۔سب سے قوی علامت میم ہے اور سب سے ضعیف علامت صل ہے۔لہٰذا حتی الامکان علامت قویہ کے ہوتے ہوئے ضعیف علامت پر نہ ٹھہرے۔

(صفحہ ۴۳ کا بقیہ) ہے۔اس لئے ایسے وقف کو وقف غفران کہتے ہیں۔وقف غفران ایک وقف سماعی ہے جو معنوی اعتبار سے ایسے محل پر واقع ہوتا ہے کہ اگر واقف اور سامع وہاں پر دعا مانگے تو قبول ہو جاتی ہے۔(تفہیم الوقوف ص ۲۲۸ تا ۲۲۹)

فائدہ:۔یہ جو تین وقف بیان کئے گئے ہیں یہ بھی وقف مختار علیہ ہے یعنی وہ وقف جس کو علماء وقف نے کسی وجہ سے مختار اور پسندیدہ قرار دیا ہو اور وہ اوقاف یہ ہیں:

(۱)وقف النبی ﷺ (۲)وقف جبرئیل (۳)وقف غفران

۶ جس پر علماء وقف نے کسی وجہ سے وقف کرنے کو مطلقاً نا جائز قرار دیا ہوتو ایسے وقف کو وقف کفران کہتے ہیں۔وقف کفران کے محل پر وقف کرنے سے علماء اور قراء کے نزدیک کفر لازم آتا ہے۔کیوں کہ بوجہ انقطاع وانفصال کلام میں اس قدر سنگین قسم کی معنوی قباحت اور خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور کلام کا مفہوم اس قسم کا ہو جاتا ہے کہ اگر واقف اور سامع ایسے معنی ومفہوم کا عزم واعتقاد رکھے تو نعوذباللہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو جائے گا۔

وقف کفران کے محل پر وقف کرنے سے یہ خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ مابعد الموقوف علیہ یعنی جس پر وقف کیا جائے اس کے بعد سے ابتدا کی جائے اور ماقبل الموقوف علیہ یعنی جس پر وقف کیا جائے اس سے یا اس کے پہلے سے اعادہ یعنی لوٹایا جائے تو پھر اس سے قباحت معنی اور خرابی مفہوم پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی لزوم کفر کا احتمال رہتا ہے۔(تفہیم الوقوف ص ۲۶۴ تا ۲۶۵)

(۳) آیت پر جس قسم کی علامت مرسوم ہوگی ویسا ہی اس کا حکم دیا جائے گا۔ مثلاً کسی آیت پر 'طا' ہے اور کسی پر 'زا' تو ٹھہرنے کے بارے میں وہ آیت زیادہ بہتر ہے۔ جس پر قوی علامت ہے۔ اور اگر کسی ایک جگہ کئی علامتیں[۲] مرسوم ہوں تو ان میں سے جو قوی ہو اس پر عمل کرنا چاہئے اور حسب ضرورت بھی عمل کرنا جائز ہے۔

(۴) علامت وصل صرف دو ہیں ایک صلے دوسرے لام الف 'لا' ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی وقف اختیاری جائز نہیں اس لئے کہ یہ محل وقف ہی نہیں ہیں۔

(۵) قرأت ترتیل ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا نام ہے اس لئے ترتیل میں ہر آیت اور علامت وقف پر وقف کرنا بہتر ہے تاکہ قرأت اطمینان کے ساتھ ادا ہو اور معنی سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۶) قرأت حدر عجلت[۳] کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے اس لئے ہر آیت اور علامت وقف پر بلا ضرورت وقف نہ کرنا بہتر ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ کلام اللہ ادا ہو جائے۔

(۷) قرأت تدویر[۴] درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو کہتے ہیں اس لئے تدویر میں آیات اور علامات وقف پر وقف کرنے میں میانہ روی اختیار کرنا بہتر ہے۔ میانہ روی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وقف ضعیف کا وصل کرے اور وقف قوی پر ٹھہرے تاکہ قرأت باحسن وجوہ ادا ہو۔

---

[۱] یعنی پہلے میم ہو یا طا ہو اور بعد زا ہو یا صاد ہو تو میم یا طا کو چھوڑ کر زا یا صاد پر وقف نہ کریں کیوں کہ میم اور طا علامت قویہ میں سے ہے اور 'زا' صاد علامت ضعیفہ میں سے ہے۔

[۲] یعنی ایک جگہ کئی علامتیں مرسوم ہیں مثلاً ج، ط، ز، وغیرہ تو طا پر وقف کرنا چاہئے اس لئے کہ طا جیم اور زا سے قوی ہے۔

[۳] یعنی قرأت حدر تیزی کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے جس طرح حافظ تراویح میں پڑھتا ہے۔

[۴] قرأت تدویر نہ حدر ہو اور نہ ترتیل یعنی نہ زیادہ تیزی ہو اور نہ زیادہ ٹھہر ٹھہر کر بلکہ درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے کو تدویر کہتے ہیں جس طرح امام نماز میں پڑھتا ہے۔

سوالات[1]

(۱) آیت کے بعد علامت وقف واقع ہو تو کس پر ٹھہرنا چاہئے؟

(۲) میم اور طا کا حکم کے اعتبار سے فرق بیان کرو؟ ان پر وقف نہ کرنے میں کیا حرج[2] ہے؟

(۳) ز، ص، ق، قف، صل، صلے، میں ہر ایک کا حکماً[3] فرق بیان کرو؟

(۴) آیت لا اور صل[4] پر وقف کرنے کے بعد ابتداء ہوگی یا اعادہ؟

(۵) وقف معانقہ[5] کی تعریف اور اس کا حکم بیان کرو؟

---

[1] آیت کے بعد علامت وقف ہو تو سنت کی اتباع کرتے ہوئے آیت پر ٹھہرنا زیادہ بہتر ہے.

[2] میم کا حکم یہ ہے کہ اس پر وصل کرنے سے قباحت لازم آتی ہے اور طا کا حکم یہ ہے کہ اس پر بوجہ ختم کلام وقف تام ہے اس وجہ سے اس پر وقف کرنا ضروری ہے اور وقف نہ کرنے میں حرج یہ ہے کہ اس پر وصل کرنے سے اتصال کلام کا التباس لازم آئے گا۔

[3] 'ز' کا حکم یہ ہے کہ اس پر وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے جب کہ قوی علامت جیم وغیرہ دور ہو اور 'ص' کا حکم یہ ہے کہ یہاں بوجہ ضرورت وقف کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور 'ق' کا حکم یہ ہے کہ اس پر اگر وصل کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیوں کہ وہ اکثر کے نزدیک وقف ضعیف ہے اور اس پر وقف کیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے کیوں کہ وہ بعض کے نزدیک وقف حسن ہے اور قف کا حکم یہ ہے کہ بعض کے نزدیک اس پر وقف کرنے کو راجح اور مستحب قرار دیتے ہیں اور بعض علماء وقف سیاق وسباق کے اعتبار سے وصل کو راجح قرار دیتے ہیں اور بعض علماء وقف سیاق وسباق کے اعتبار سے وقف کو راجح قرار دیتے ہیں اور صلے کا حکم یہ ہے کہ اکثر علماء وقف سیاق وسباق کے لحاظ سے وصل کو اولیٰ قرار دیتے ہیں۔ بعض علماء وقف سیاق وسباق کے اعتبار سے وقف کو اولیٰ قرار دیتے ہیں۔

[4] آیت 'لا' اور 'صل' پر وقف کرنے کے بعد ابتدا ہوگی۔

[5] وقف معانقہ کی تعریف یہ ہے کہ جب کسی جگہ قریب قریب تھوڑے فاصلے پر دو وقف ہم حیثیت مقابلۃً ہوں تو ایسے وقف کو وقف معانقہ کہتے ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ نہ دونوں جگہ وقف کرنا ورنہ (بقیہ صفحہ ۷۲ پر)

آٹھواں سبق

سکتہ کی تعریف اور اس کے احکام

آواز بند کر دینا اور سانس نہ توڑنا اس کو سکتہ کہتے ہیں۔

(۱) سکتہ کرتے وقت متحرک کو ساکن کرنا چاہئے اور دو زبر والی تنوین کو الف سے بدلنا چاہئے۔

(۲) سکتہ میں وقف سے کم تاخیر ہوگی[1] نہ اتنی کہ سامع کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو۔

(۳) سکتہ از قسم وقف ہے اس وجہ سے کیفیت سکتہ کیفیت وقف کے حکم میں ہے لہٰذا زیر اور پیش والی تنوین کو سکتہ میں حذف کر دینا چاہئے۔

(۴) جس طرح سکتہ موقوف علی الوصل ہے اسی طرح سکتہ کا حکم بھی موقوف علی الوصل ہے یعنی وقف کرنے سے سکتہ کا وجوب اور جواز ساقط ہو جائے گا۔

(۵) سکتہ کی حالت میں بھی روم و اشمام[3] جائز ہے اگر چہ اداء بوجہ تکلف مستعمل نہیں ہے۔

(۶) سکتہ کرنا وہیں صحیح ہے جہاں سکتہ ثابت ہو لہٰذا ہر حرف ساکن پر سکتہ ہو جانے سے احتراز چاہئے البتہ اگر حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ آجائے تو کوئی حرج نہیں یہ سکتہ بطریق جزری[4] جائز ہے اسی کو سکتہ لفظی کہتے ہیں۔

(۷) سکتہ کرتے وقت حرف مدغم کو ظاہر کر کے پڑھنا چاہئے جیسے مَنْ سکتہ رَاقٍ وغیرہ۔

(صفحہ ۴۶ کا بقیہ) درمیان والا کلمہ بے ربط ہو جائے گا اور نہ وصل کرنا چاہئے تا کہ معنی سمجھنے میں تکلیف کا باعث نہ ہو لہٰذا وصل اول وقف ثانی یا وقف اول وصل ثانی کرنا چاہئے۔

آٹھواں سبق

۱۔ سکتہ کے معنی لغت کے اعتبار سے "المنع" کے ہیں یعنی رک جانا اور خاموش ہوجانا اور اصطلاح قراء میں سکتہ کے معنی ہیں بہ نیت قرأت بغیر سانس لئے کلمہ کو مابعد سے قطع کرنا اور اس قدر ٹھہرنا کہ عادۃً زمانہ وقف سے کم ہو۔ سکتہ اصل میں ایک دماغی مرض کا نام ہے جس کی وجہ سے اعضاء حس وحرکت سے معطل ہوکر رہ جاتے ہیں اور مریض دفعۃً اور کلیۃً ساکت اور خاموش ہوجاتا ہے اور تا بقائے مرض ساکن رہتا ہے۔ لیکن چونکہ اس مرض میں اعضاء کے تنفس صحیح ہوتے ہیں اس لئے سانس جو کہ بقائے حیات کے لئے ضروری ہے بدستور جاری رہتی ہے۔ پس سکتہ مروجہ قراء کے درمیان اسی سے ماخوذ ہے کیوں کہ جب ساکت سکتہ کرتا ہے تو اس کی آواز دفعتاً اور کلیۃً بند ہوجاتی ہے اور سانس جاری رہتی ہے اس لئے اسے سکتہ نام سے موسوم کرتے ہیں۔ (تفہیم الوقوف ص ۲۰ تا ۲۱)

۲۔ یعنی معمول کے مطابق سانس لینے یا معمول کے مطابق وقف کرنے میں جس قدر وقف اور زمانہ لگتا ہے اس سے کچھ کم وقت اور زمانہ سکتہ میں لگانا چاہئے اور اتنا بھی کم زمانہ نہیں کہ سامع سننے والے کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو۔

۳۔ کیوں کہ سکتہ از قسم وقف ہے یعنی جس طرح وقف میں دو زبر والی تنوین کو الف سے بدلتے ہیں اسی طرح سکتہ میں بھی بدلتے ہیں جیسے عِوَجًا سے عِوَجَا وغیرہ۔ جس طرح حرف متحرک کو ساکن وقف میں کرتے ہیں اسی طرح سکتہ میں بھی ساکن کرتے ہیں۔ جب یہ سارے احکامات جو وقف کی حالت میں پائے جاتے ہیں تو اب سکتہ کی حالت میں بھی پائے گئے تو روم واشمام کا ہونا ظاہر ہے۔ یہ بات اور ہے کہ تکلف کی وجہ سے مستعمل نہیں ہے۔

۴۔ یعنی ہر حرف صحیح ساکن پر سکتہ کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ہاں اگر حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ آجائے تو کوئی حرج نہیں یہ سکتہ بطریق جزری علیہ الرحمہ جائز ہے اور حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ واقع ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے قَدْ اَفْلَحَ وغیرہ تو اس کو مفصول عام کہتے ہیں۔ (۲) لام تعریف کے بعد ہمزہ ہو جیسے اَلْاَرْضُ وغیرہ تو اس کو مفصول خاص کہتے ہیں۔

مفصول عام اور مفصول خاص میں ورش علیہ الرحمہ ہر جگہ نقل کرتے ہیں جیسے وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ۔ اور نقل کہتے ہیں ہمزہ کی حرکت نقل کرکے ہمزہ کے ماقبل حرف ساکن کو دینا اور ہمزہ کو حذف کردینا جیسے قَـــدْ اَفْلَحَ اور وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ سے وَاِذَا خَلَوْلِی۔ (بقیہ صفحہ ۴۹ پر)

(۸) محل وقف پر سکتہ جائز نہیں البتہ جن علامات وقف پر سکتہ مرسوم ہے وہاں جائز ہے اسی طرح آیت پر بھی سکتہ جائز ہے۔

(۹) آیات پر روایۃً سکتہ جائز نہیں اگر بلا لحاظ روایات سکتہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۱۰) سکتہ کی علامت 'س' ہے خواہ آیت پر ہو یا بلا آیت پر، لیکن درمیان آیت میں سکتہ نہ مرسوم ہو تو نہ کرنا چاہئے۔

(۱۱) سکتہ کرنے میں وقف سے زیادہ تاخیر ہوگئی تو ایسا سکتہ کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اس کی ادا موقوف علی النقل[۱] ہے اسی وجہ سے وقفہ کو سکتا کہنا صحیح نہیں۔

(۱۲) حروف مد کے بعد سکتہ کیا جائے مثلاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اس وقت مد[۲] کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۳) مد متصل پر سکتہ کیا جائے مثل یُصْدِرَ الرِّعَاءُ تو اس وقت بوجہ سکون عارض[۳] طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور مد منفصل میں بحالت سکتہ[۴] مد جائز نہیں۔

(۱۴) سکتہ کر کے ابتداء ہی کرنا چاہئے بحالت سکتہ اعادہ جائز نہیں۔

(صفحہ ۴۸ کا بقیہ) مفعول عام میں خلف بالخلاف اور مفعول خاص میں خلاّد بالخلاف یعنی سکتہ اور ترک سکتہ کرتے ہیں۔ (جامع القرأت ص ۵۹ تا ۶۰)

اور علامہ جزری علیہ الرحمہ کے نزدیک چاہے مفعول عام ہو یا مفعول خاص دونوں جگہ سکتہ جائز ہے ایسے سکتہ کو سکتہ لفظی کہتے ہیں۔ (کذافی کتب الفن)

[۵] کیوں کہ سکتہ از قسم وقف ہے جس طرح وقف کی حالت میں حرف مدغم کو ظاہر کر کے پڑھتے ہیں اسی طرح سکتہ کی حالت میں بھی پڑھنا چاہئے جیسے قِیْلَ مَنْ رَاقٍ وغیرہ۔

---

[۱] یعنی نقل پر موقوف ہے یہاں نقل سے مراد مسموع ہے یعنی جیسا سنا گیا ویسا ہی سکتہ کیا جائے۔

[۲] حرف مد کے بعد سکتہ کیا جائے تو ظاہر ہے کہ حرف موقوف علیہ ساکن ہوگا جب حرف موقوف علیہ ساکن ہوگا تو سبب اور سکون کی وجہ سے مد کرنا جائز ہے کیوں سکتہ وقف کا حکم رکھتا ہے۔ (بقیہ صفحہ ۵۰ پر)

فائدہ:۔ جہاں انفصال معنی کی وجہ [۵] سے وصل اور اتصال کلام کی وجہ سے وقف مناسب نہیں ہوتا وہاں سکتہ ہی کرنے سے معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱۵) حروف مقطعات پر مثل حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ سکتہ کرنا روایۃً جائز نہیں۔لہٰذا ان حرفوں کو ادا کرتے ہوئے خیال رکھنا چاہئے کہ کسی حرف پر سکتہ نہ ہو پائے البتہ میم پر بوجہ آیت سکتہ جائز ہے۔

(۱۶) جن کلمات کے آخر میں ہائے سکتہ ہے ان پر بجز آیت کے سکتہ کرنا جائز نہیں۔اس قسم کے سات کلمات ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) لَمْ یَتَسَنَّهْ سورہ بقرہ میں (۲) اِقْتَدِهْ سورۂ انعام میں (۳) کِتَابِیَهْ سورہ حاقہ میں (۴) حِسَابِیَهْ سورہ حاقہ میں (۵) مَالِیَهْ سورہ حاقہ میں (۶) سُلْطَانِیَهْ سورہ حاقہ میں (۷) مَاهِیَهْ سورہ القارعہ میں۔

فائدہ:۔ سکتہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) سکتہ لفظی (۲) سکتہ معنوی

سکتہ لفظی:۔ وصل [۱] کے حکم میں ہے لیکن بروایت حفص یہ سکتہ جائز نہیں بجز اس صورت کے جو طریق جزری سے ہے۔

(۱۷) آیات پر نیز جو سکتے مرسوم ہیں وہ سکتے معنوی ہیں۔لہٰذا معلوم ہونا چاہئے کہ سکتہ معنوی [۲] وقف کے معنی میں ہے اور سکتہ لفظی وصل کے حکم میں ہے۔

(صفحہ ۴۹ کا بقیہ اور صفحہ ۵۰ کے نمبر ۵ کا حاشیہ) (صفحہ ۵۰ کے نمبر ۱-۲ کا حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

۳ مد متصل و لغی میں جو سکون عارض کا حکم ہے وہی سکتہ کی حالت میں بھی یعنی بحالت سکتہ طول بھی جائز ہے لیکن قصر جائز نہیں اور سکتہ کی حالت میں جو طول جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سکتہ وقف کا حکم رکھتا ہے۔

۴ جب مد منفصل پر سکتہ کر دیا تو سبب مد ہمزہ باقی نہیں رہا اس لئے مد جائز نہیں۔

۵ کیوں کہ سکتہ کی غرض و غایت وضاحت معنی یا تحقیق ہمزہ اور اس کی حفاظت ہے۔جہاں انفصال معنی کی وجہ سے وصل اور اتصال کلام کی وجہ سے وقف مناسب نہیں ہوتا وہاں سکتہ ہی کرنے سے معنی کی وضاحت ہوتی ہے۔

(۱۸) امام حفص رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ذیل کے چار کلمات پر سکتہ واجب ہے:(۱) سورہ کہف میں لفظ 'عِوَجًا' پر (۲) سورہ یٰسٓ میں 'مِنْ مَّرْقَدِنَا' پر (۳) سورہ قیامہ میں 'قِيلَ مَنْ رَاقٍ' پر (۴) سورہ مطففین میں 'كَلَّا بَلْ' پر۔

(۱۹) علامت وقف میں سے صرف 'مِنْ مَّرْقَدِنَا' پر سکتہ واجب ہے اس پر اگر چہ وقف لازم بھی ہے لیکن اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتہ کرنا واجب ہے۔

(۲۰) ائمہ وقف سے درمیان آیت میں صرف چار جگہ سکتہ جائز ہے (۱) اعراف میں ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا پر (۲) اعراف میں اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا پر (۳) یوسف میں اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا پر (۴) قصص میں يُصْدِرَ الرِّعَاءُ پر۔

(صفحہ نمبر ۵۰ کا حاشیہ)

۱؎ جو یہ کہا گیا ہے کہ سکتہ لفظی وصل کے حکم میں ہے کیوں کہ سکتہ لفظی کی غرض وغایت ہے تحقیق ہمزہ اور اس کی حفاظت اور سکتہ لفظی حرف صحیح ساکن پر کیا جاتا ہے۔ جب حرف ساکن پر سکتہ کیا جاتا ہے تو اس میں وقف کی طرح دو زبر والی تنوین کو الف سے بدلنا اور حرف متحرک کو ساکن کرنا تو ہے نہیں کیوں کہ اس کی اصل غرض ہوتی ہے ہمزہ کی تحقیق اور اس کی حفاظت اس لئے کہا گیا ہے کہ سکتہ لفظی وصل کے حکم میں ہے۔

۲؎ جو یہ کہا گیا ہے کہ سکتہ معنوی وقف کے حکم میں ہے کیوں کہ سکتہ معنوی کی غرض وغایت ہے وضاحت معنی فصاحت کلام اور سکتہ معنوی کبھی تو حرف ساکن پر کیا جاتا ہے جیسے كَلَّا بَلْ پر اور کبھی حرف متحرک پر کیا جاتا ہے جیسے عِوَجًا پر۔ پھر جب حرف متحرک پر سکتہ کیا جاتا ہے تو وقف کی طرح سکتہ میں بھی وقف کا حکم دیں گے یعنی اگر دو زبر کی تنوین ہے تو اسے الف سے بدل دیں گے جیسے عِوَجًا سے عِوَجَا اور اگر حرف متحرک ہے تو اس کو ساکن کریں گے جیسے يُصْدِرَ الرِّعَاءُ سے يُصْدِرَ الرِّعَاءْ وغیرہ۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سکتہ معنوی وقف کے حکم میں ہے۔

تنبیہات سکتہ

(۱) جن مواقع پر ائمہ وقف کے نزدیک سکتے جائز ہیں ان کو روایۃً[۱] نہ کرنا چاہئے ورنہ کذب فی الروایۃ لازم آئے گا البتہ بلالحاظ روایت سکتہ کرنا جائز ہے۔

(۲) آیت پر سکتہ چونکہ لغرض الاعلان[۲] جائز ہے اس لئے مناسب نہیں کہ کسی آیت پر سکتہ کیا جائے اور کہیں نہ کیا جائے۔

(۳) سکتہ نہ بلاثبوت جائز ہے اور نہ بلاضرورت سکتہ بہتر ہے۔

(۴) سکتہ کرتے وقت ہمزہ یا ھا کی آواز نہ ظاہر ہونے پائے ورنہ ایک حرف[۳] کی زیادتی لازم آئے گی۔

(۵) یہ جو مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ ہے یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔

سوالات

(۱) سکتہ از قسم وقف ہے، اس کا مطلب[۴] بیان کرو؟

(۲) سکتہ کرتے وقت پڑھنے والے کو کیا کرنا[۵] چاہئے؟

(۳) آیات اور علامات وقف پر سکتہ کرنا جائز ہے یا نہیں[۶]؟

(۴) لفظ من مرقدنا پر وقف ضروری ہے یا سکتہ[۷]؟

(۵) سکتہ میں کس قدر توقف اور تاخیر[۸] ہونی چاہئے؟

مفصل جواب تحریر کرو۔

---

[۱] جن مواقع پر ائمہ وقف کے نزدیک سکتے جائز ہیں جیسے اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا، ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وغیرہ اس پر یہ سوچ کر سکتہ نہ کیا جائے کہ یہ روایت سے ثابت ہے ورنہ روایت کو جھٹلانا لازم آئے گا بلکہ بلالحاظ روایت سکتہ کرنا جائز ہے۔

[۲] یعنی اعلان کی غرض سے ظاہری طور پر۔

[۳] جیسے اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا، ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وغیرہ میں ہمزہ اور ھا کی زیادتی کے ساتھ ہے (بقیہ صفحہ ۵۳ پر)

نواں سبق

سکوت کی تعریف اور اس کے احکام

وقف کرنے کے بعد قرآن مجید کے متعلق کسی ضرورت سے ابتداء کرنے میں جو تاخیر ہو اس کو سکوت کہتے ہیں۔

(۱) سکوت میں بھی وقف کی طرح ابتدا اور ارادۂ قرأت ضروری ہے۔ سکوت کے بعد ابتداء نہ کی گئی یا بحالت سکوت کسی دوسری طرف ذہن منتشر ہو گیا یا ارادہ منقطع ہو گیا تو سکوت[۲] نہ ہوگا۔

(۲) سکوت جمیع احکام[۳] میں مثل وقف کے ہے باوجودیکہ تاخیر مزید ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنے کی حاجت نہیں ہے۔

(صفحہ ۵۲ کا بقیہ) اس لئے سکتہ کرتے وقت اس بات کی احتیاط اور لحاظ ضروری ہے کہ حرف کی زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ بے تو جہی میں ایک حرف کی زیادتی لازم آئے گی اور یہ غلط ہے۔

جوابات

[۴] سکتہ از قسم وقف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کیفیت سکتہ کیفیت وقف کے حکم میں ہے۔ لہٰذا زیر اور پیش والی تنوین کو سکتہ میں حذف کر دینا چاہئے۔

[۵] سکتہ کرتے وقت متحرک کو ساکن کرنا چاہئے اور دو زبر والی تنوین کو سکتہ میں الف سے بدلنا چاہئے جیسے عِوَجاً سے عِوَجَا۔

[۶] آیات پر روایۃً سکتہ جائز نہیں اگر بلا لحاظ روایت سکتہ کیا تو جائز ہے اور علامت وقف پر سکتہ جائز ہے سوائے مِنْ مَرْقَدِنَا کے۔

[۷] چونکہ اس جگہ وقف لازم ہے اس لئے وقف کرنا بمقابلہ سکتہ کے زیادہ بہتر ہے۔ اگر وقف نہ کیا گیا تو سکتہ کرنا واجب ہوگا۔

(۳) سکوت کے توقف اور تاخیر کی اگرچہ کوئی حد نہیں جب کہ ذہن نہ منتشر ہوتا ہم طویل سکوت مناسب نہیں اس لئے کہ وقف اور سکوت سے قرأت افضل ہے۔

(۴) سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ ہوتا ہے تاہم کلام اجنبی[۴] سے سکوت جاتا رہے گا۔

(۵) وقت گزرنے یا جگہ بدلنے سے سکوت کا حکم ساقط نہ ہوگا بشرطیکہ ذہن دوسری طرف نہ منتقل ہو مثلاً پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہے یا بھولنے پر قرآن مجید دیکھنے کے لئے دوسری جگہ جانے کی ضرورت پڑی تو کوئی حرج نہیں، یہ بھی سکوت کے حکم میں ہے۔

(۶) قاری وقف کرنے کے بعد[۵] تجوید و قرأت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہو جائے یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنے لگے بشرطیکہ وعظ کہنا مقصود نہ ہو تو ان صورتوں میں بھی سکوت ہی ہوگا۔

---

[۱] سکوت کے لغوی معنی ہیں 'المنع' کے یعنی رک جانا اور اصطلاح قراء میں سکوت کے معنی ہیں قطع کرنا اور بند کرنا۔ قرآن مجید کو کچھ دیر کے لئے بہ نیت قرأت مزید یعنی جس کے بعد استعاذہ نہیں کیا جاتا۔ (تفہیم الوقوف، ص ۳۴)

[۲] سکوت کی حالت میں ذہن دوسری طرف منتشر ہو گیا یا پڑھنے کا ارادہ ختم ہو گیا تو یہ سکوت نہ ہوگا بلکہ قطع ہو جائے گا۔

[۳] کیوں کہ وقف کے جتنے احکام ہیں مثلاً تاء مدورہ (ۃ) کو ھاء ساکنہ سے بدلنا اسی طرح تنوین منصوب کو الف سے بدلنا وغیرہ، یہی احکام سکوت کی حالت میں بھی جاری ہوں گے۔ کیوں کہ وقف کہتے ہیں ٹھہرنے کو اور سکوت کہتے ہیں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی اختیار کرنے کو۔ اب جو حکم وقف کا ہوگا وہی حکم سکوت کا بھی ہوگا۔ اسی لئے بحالت سکوت استعاذہ کرنے کی حاجت نہیں۔

[۴] کلام اجنبی سے سکوت کا حکم جاتا رہتا ہے خواہ کسی کے سلام کا جواب ہی دیا جائے۔

[۵] سکوت کی دو صورتیں ہیں: ایک اختیاری دوسری اضطراری۔ جب قاری اور تالی قرآن اثنا قرأت و تلاوت میں کسی مقام پر تجوید و قرأت کے مسائل اور قرآن سمجھنے میں مصروف و مشغول ہو کر خاموش ہو جائے تو اسے اختیاری کہتے ہیں اور جب دوران تلاوت و قرأت میں کسی عارضہ کی وجہ سے خاموشی اختیار (بقیہ صفحہ ۵۵ پر)

(۷) مشق کرتے کراتے وقت سننے سنانے کی وجہ سے درمیان قرأت میں جو تاخیر ہوگی وہ بھی سکوت ہی ہوگا۔

(۸) سکوت کی حالت میں کسی لڑکے پر پڑھنے کے لئے تنبیہ کی گئی تو صحیح ہے ورنہ تنبیہ کے وقت اگر کوئی کلام فحش[1] نکل گیا تو سکوت کا حکم ساقط ہو جائے گا۔

(۹) منافی[2] قرأت سے سکوت کا حکم جاتا رہتا ہے۔ لہٰذا ابتدا کرتے وقت پھر استعاذہ کرنا چاہیۓ۔

(۱۰) وقف اضطراری کی حالت میں اگر تاخیر مزید ہوئی تو اس صورت میں بھی سکوت ہی ہوگا بشرطیکہ کسی ایسی ضرورت میں مشغول نہ ہو جس سے منافی قرأت لازم آئے۔

(۱۱) کسی آیت کی تکرار یا کسی سورت کے بار بار پڑھنے کی وجہ سے دوسری آیت یا دوسری سورت کے شروع کرنے میں جو تاخیر ہوگی وہ سکوت نہیں بلکہ وہ عین قرأت ہے۔

(۱۲) بلا وجہ سکوت اختیار کرنے سے سکوت صحیح نہ ہوگا۔ لہٰذا ایسے غلط سکوت سے احتراز کرنا چاہیۓ تا کہ قرأت فوت نہ ہونے پائے۔

(۱۳) سکوت بھی اگر چہ از قسم وقف ہے لیکن سکوت ہمیشہ آیت ہی پر کرنا چاہیۓ۔

(۱۴) سکوت علامات وقف پر بہتر نہیں اور درمیان آیت میں جائز نہیں۔

(صفحہ ۵۴ کا بقیہ) کرے مثلاً پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہی تو اسے سکوت اضطراری کہتے ہیں۔ (تفہیم الوقوف، ص ۳۵)

---

[1] مثلاً کسی شاگرد سے پانی وغیرہ طلب کیا تو اس صورت میں سکوت کا حکم ساقط ہو جائے گا اور یہ قطع اتفاقی ہوگا۔ اب ابتدا کی حالت میں استعاذہ ضروری ہے۔

[2] یعنی وہ چیزیں جو قرأت کے منافی ہیں اس سے سکوت حکم جاتا رہتا ہے اگر چہ کسی کے سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو اور یہ قطع اتفاقی ہوگا۔ لہٰذا ابتداء کرتے وقت پھر استعاذہ کرنا چاہیۓ۔

(۱۵) موضع سکتہ[۱] پر سکوت جائز نہیں اس لئے کہ یہ محل وقف ہی نہیں۔

تنبیہ: تلاوت کرتے وقت کوئی دوسرا شغل[۲] نہ ہونا چاہئے کہ یہ خلاف ادب ہے۔ لہٰذا سکوت کی حالت میں چائے پان وغیرہ کا استعمال مناسب نہیں اور اگر قرأت میں خلل واقع ہو تو جائز نہیں۔

سوالات

(۱) سکوت اور سکتہ میں حقیقۃً کیا فرق[۳] ہے؟

(۲) سکوت کی ضرورت اور محل بیان[۴] کرو؟

(۳) سکوت کے بعد ابتداء کرتے وقت استعاذہ ہوگا[۵] یا نہیں؟

(۴) سکوت میں کس قدر تاخیر[۶] کی جاسکتی ہے؟

(۵) کن باتوں سے سکوت کا حکم ساقط[۷] ہوتا ہے؟

---

[۱] یعنی سکتہ کرنے کی جگہ پر سکوت جائز نہیں؟ [۲] شغل بمعنی کام ہے۔

جوابات

[۳] سکوت اور سکتہ میں یہ فرق ہے کہ سکوت کہتے ہیں وقف کرنے کے بعد قرآن مجید کے متعلق کسی ضرورت سے ابتدا کرنے میں جو تاخیر ہو اور سکوت میں سانس اور آواز کا توڑنا ظاہر ہے اور سکتہ کہتے ہیں آواز کو بند کردینا اور سانس نہ توڑنے کو۔

[۴] سکوت کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب قاری وقف کرنے کے بعد تجوید وقرأت کے کسی مسئلہ کی طرف متوجہ ہو یا کسی آیت کی تفسیر بیان کرنی ہو یا پڑھتے پڑھتے دیر تک کھانسی آتی رہی۔ سکوت کے اصل محل دو ہیں: (۱) آیات (۲) محل وقف۔ (برکات الترتیل، ص ۱۴۴)

[۵] سکوت کے بعد ابتدا کرتے وقت استعاذہ نہیں ہوگا۔

[۶] سکوت کے تاخیر کی کوئی حد نہیں جب کہ ذہن منتشر نہ ہو پھر بھی طویل سکوت مناسب نہیں اس لئے کہ وقف اور سکوت سے قرأت افضل ہے۔

[۷] منافی قرأت سے سکوت کا حکم ساقط ہو جاتا ہے۔

دسواں سبق

قطع کی تعریف اور اس کے احکام

وقف کے بعد پھر نہ پڑھنے کو قطع[۱] کہتے ہیں۔

(۱)وقف کرنے کے بعد اگرچہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو لیکن پڑھنا بند نہیں کیا تو اس کو قطع نہ کہیں گے۔

(۲)وقف کرنے کے بعد پھر نہ پڑھا گیا اگرچہ پڑھنے کا ارادہ تھا لیکن یہ قطع ہو جائے گا۔

(۳)قطع قرأت کو قطع[۲] ارادہ لازم ہے لیکن اگر کوئی مانع پیدا ہو گیا تو اس سے بھی قطع[۳] ہو جائے گا مثلاً کسی کے سلام کا جواب ہی دیا گیا ہو۔

فائدہ:۔قطع کی دو صورتیں ہیں: (۱)قطع حقیقی (۲)قطع اتفاقی

قطع حقیقی:۔قرأت کا ختم کرنا ہی مقصود ہو تو اس کو قطع حقیقی کہیں گے۔

قطع اتفاقی:۔اثناء[۴] قرأت میں کوئی امر مانع[۵] ہو تو اس کو قطع اتفاقی کہیں گے۔

(۴)سکوت میں اگرچہ پڑھنے کا ارادہ منقطع نہیں ہوتا لیکن اگر کوئی وجہ منافی قرأت پیدا ہو گئی تو قطع ہو جائے گا۔

(۵)اثناء[۶] قرأت میں کسی وجہ سے قطع لازم آئے تو ابتدا کرتے وقت استعاذہ کرنا چاہئے۔

(۶)بلا وجہ سکوت کیا لیکن فوراً ہی پڑھنے لگا تو باوجود ارادۂ قرأت قطع ہو جائے گا اس لئے کہ قطع کے بعد عدم ابتدا ضروری نہیں اور نہ تو قف اور نہ تاخیر شرط ہے۔

(۷)سکوت کی حالت میں پڑھنے کا خیال جاتا رہا تو اس سے بھی قطع ہو جائے گا۔

(۸)قرآن مجید ختم کرنے کو قطع لازم نہیں تاوقتیکہ پڑھنے کا ارادہ بھی منقطع نہ ہو۔لہٰذا یہ قطع نہ ہوگا۔

(۹) قطع بھی چونکہ از قسم وقف ہے لہٰذا قطع بھی جمیع احکام[1] میں مثل وقف کے ہے۔

(۱۰) جس طرح وقف کے لئے کسی موقف اور محل کا وجود ضروری ہے اسی طرح قطع کے لئے بھی کسی مقطع کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا معلوم ہونا چاہئے کہ ’ع‘ مقطع[2] کی علامت ہے جس کو عوام الناس اس پر رکعت کرنے کی وجہ سے اس کو رکوع کہنے لگے حالانکہ خود رکعت وغیرہ کی ضرورت سے بھی کسی نہ کسی مقطع کی حاجت ہوتی ہے۔

چنانچہ عموماً علامت مقطوع ع پر رکعت کی جاتی ہے اس وجہ سے اس کو رکوع بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۱۱) قطع ختم قرأت کو کہتے ہیں۔ لہٰذا ختم قرأت کسی جزء کامل پر ہونا چاہئے خواہ منزل ہو یا ختم سورہ، ختم پارہ ہو یا نصف، ربع ہو یا رکوع۔ ان پر قطع بہتر ہے جب کہ ختم تلاوت مقصود ہو۔

دسواں سبق

[1] قطع باب فتح یفتح کا مصدر ہے جس کے لغوی معنی ہیں کاٹنے کے اور اصطلاح قرأ میں قطع کے معنی ہیں قرأت کلیۃً بند کرنا۔

[2] اس سے مراد قطع حقیقی ہے کیوں کہ قطع حقیقی میں ارادہ کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔

[3] یعنی درمیان قرأت میں کوئی ایسی بات پیدا ہوگئی جس سے منافی قرأت لازم آئے تو اس سے بھی قطع ہو جائے گا اگرچہ کسی کے سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو ایسے قطع کو قطع اتفاقی اور قطع اضطراری کہتے ہیں۔

[4] یعنی درمیان قرأت میں (پڑھنے کے بیچ میں)

[5] یعنی ایسا کام جو قرأت کے مانع ہو جیسے فحش کلامی یا کسی کے سلام کا جواب یا خود سلام کرنا یا کوئی اچانک حادثہ پیش آجانا وغیرہ۔

[6] یعنی درمیان قرأت میں کسی وجہ سے قطع لازم آئے تو ابتدا کرتے وقت استعاذہ یعنی " اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ "پڑھنا چاہئے۔

(۱۲) قطع کے لئے اصل محل دو ہیں جن کی پابندی بآسانی ممکن ہے۔اول رکوع دوسرے آیات ۔لہذا قطع کرتے وقت مقطع کی پابندی ضروری ہے۔

(۱۳) جن آیتوں پر[۳] علامت وصل ہوان پر قطع نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

(۱۴) درمیان آیت اور علامت وقف پر قطع ہرگز جائز نہیں۔

(۱۵) قطع کرتے وقت "صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰاھِدِیْنَ وَالشّٰاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ "وغیرہ کے الفاظ کہنا بہتر ہے تا کہ سامع کو قرأت کا انتظار نہ ہو۔

تنبیہ:۔اثناءقرأت میں ہر ایسی حرکت سے بچنا چاہئے جس سے قطع لازم آئے۔

سوالات

(۱) قطع کی تعریف اور صورتیں[۴] بیان کرو؟

(۲) پڑھتے پڑھتے سجدۂ تلاوت ادا کیا گیا تو قطع ہوگا یا سکوت[۵]؟

(۳) قطع اتفاقی اور سکوت میں کیا فرق ہے[۶]؟

(۴) قطع حقیقی اور قطع اتفاقی کے محل[۷] بیان کرو؟

(۵) قطع[۸] کرتے وقت کس قسم کے الفاظ ادا کرنا بہتر ہے؟

فائدہ:۔جس طرح وقف کو ابتداء لازم ہے اسی طرح معرفت وقف کے بعد ابتداء وغیرہ کی معرفت بھی ضروری ہے۔لہذا پڑھنے والوں کو چاہئے کہ ابتداء اعادہ اور وصل کے احکام کتاب معرفت الوقوف سے معلوم کریں۔میں نے اس میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔فقط

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ.

(صفحہ ۵۸ اور ۵۹ کا حاشیہ)

۱ جو احکام وقف کی حالت میں پائے جائیں گے وہی احکام قطع کی حالت میں بھی پائے جائیں گے مثلاً تاء مدورہ کو ھاء ساکنہ سے اور تنوین منصوب کو الف سے بدلنا وغیرہ۔

۲ قرأت سے تعلق ختم کرنے کی جگہ قطع کرنے کی جگہ

۳ مثلاً آیت لا پر۔

جوابات

۴ وقف کے بعد پھر نہ پڑھنے کو قطع کہتے ہیں اور قطع کی دو صورتیں ہیں: (۱) قطع حقیقی (۲) قطع اتفاقی

۵ اگر پڑھنے کے درمیان سجدۂ تلاوت ادا کیا گیا تو یہ سکوت ہوگا۔

۶ قطع اتفاقی اور سکوت میں یہ فرق ہے کہ درمیان قرأت میں کوئی امر مانع ہو تو اسے قطع اتفاقی کہیں گے اگرچہ کسی کے سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو اور سکوت کہتے ہیں وقف کرنے کے بعد قرآن کے متعلق کسی ضرورت سے ابتدا کرنے میں جو تاخیر ہو اور سکوت کے بعد استعاذہ نہیں ہے جب کہ قطع اتفاقی کے بعد استعاذہ کرنا چاہیے۔

۷ قطع حقیقی کے اصل محل جزء کامل ہیں مثلاً ختم رکوع یا ختم سورہ یا ختم پارہ، اور قطع اتفاقی کے بھی دو محل ہیں یعنی رکوع اور آیات۔ (برکات الترتیل، ص ۱۴۶)

۸ قطع کرتے وقت "صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشّٰهِدِيْنَ وَالشّٰكِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" وغیرہ کے الفاظ کہنا بہتر ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ.

طالب دعا

(۱) حاجی سعی محمد

(۲) حاجی یاسین ابن کتاب النساء

(۳) توکل بھائی

(۴) حاجی زبیر ابن محمد نقیب

(۵) عبدالحنان

(۶) حاجی محبوب

(۷) محمد عمران

(۸) ذیشان احمد

(۹) حافظ صیام الدین

(۱۰) محمد عبداللہ

(۱۱) مشتاق احمد ابن محمد یاسین

(۱۲) تقدیر النساء

(۱۳) محمد ایمن

(۱۴) جمیل رضا

برائے ایصال ثواب

(۱) محمد احمد جینیدی

(۲) غلام مصطفیٰ

(۳) امان اللہ شیخ

(۴) محمد غنی

ملنے کے پتے

(۱) دارالعلوم مخدومیہ اوشیورہ برج جوگیشوری ویسٹ ممبئی

(۲) دارالعلوم اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ مصطفیٰ آباد بہرائچ شریف یوپی

(۳) دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ ممبئی

(۴) دارالعلوم گلشن مدینہ آنند نگر جوگیشوری ممبئی

(۵) دارالعلوم فیضان حافظ ملت بھگت سنگھ نگر گورے گاؤں ممبئی

(۶) المرکز الاسلام دارالفکر درگاہ روڈ بہرائچ شریف یوپی

(۷) دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف یوپی

(۸) حضرت علامہ عبدالجبار قادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم برکاتیہ گلشن نگر جوگیشوری ممبئی

(۹) حضرت مولانا جنید اختر مصباحی صدر دارالمطالعہ گنج رحمت مالونی ملاڈ ممبئی

(۱۰) حضرت مفتی نفیس احمد مصباحی پرنسپل دارالعلوم مخدومیہ رودولی شریف یوپی

(۱۱) حضرت مولانا محمد سلمان رضوی بانی غازی لائبریری تحریک پیغام رضا

(۱۲) حضرت مولانا شہاب الدین رضوی ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف یوپی

(۱۳) حضرت مولانا مزمل قادری دارالعلوم حنفیہ کھرہ اکشن گنج بہار

(۱۴) حضرت مولانا عزیز الرحمان مقام حضر گاؤں پی ٹی اے ڈی آسام

(۱۵) حضرت قاری اصغر علی دارالعلوم حنفیہ رضویہ جمع پور چوراہا یوپی

حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اقرؤا القرآن بلحون العرب واصواتها وایاکم ولحون اهل الکتابیین واهل الفسق فانه سیجیء بعدی قوم یرجعون بالقرآن ترجیع الغناء والرهبانیة والنوح لایجاوز حناجرهم، مفتونة قلوبهم وقلوب من یعجبهم شانهم۔

(مشکوٰۃ : ۱۹۱ المعجم الاوسط: حدیث ۷۲۱۹، شعب الایمان: حدیث ۲۶۴۹ الاتقان : ۱۱۰۶ بحوالہ برکات الترتیل ص ۳۹)

یعنی قرآن عربی لب ولہجہ میں پڑھو۔ اہل فسق اور یہود ونصاریٰ کے لہجوں سے احتراز کرو کہ میرے بعد کچھ لوگ آنے والے ہیں جو قرآن ’آ آ‘ کرکے پڑھیں گے جیسے گانے کی تانیں اور راہبوں اور مرثیہ خوانوں کے اتار چڑھاؤ۔ قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا یعنی ان کے دلوں پر کچھ اثر نہ کرے گا، ان کے دل فتنے میں ہوں گے اور ان کے دل بھی جنہیں ان کی یہ حرکت پسند آئے گی۔

Published by
DARUL ULOOM MAKHDOOMIYA
Oshiwara Bridge, Jogeshwari, West Mumbai-102